سہرورد

سلسلۂ تنویر التصوف

معاصر علم نمبر ۵



مقالہ نگار حضرات سے التماس

- شہرورد میں تصوف کے مسائل و مضامین کے علاوہ علوم قرآن و حدیث اور فلسفہ پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے مقالات شائع کئے جاتے ہیں۔
- مقالاجات ٹائپ شدہ یا خوشخط لکھے ہوتے ہوں اور ان کی ضخامت بیس پچیس صفحات سے زائد نہ ہو۔
- حوالہ جات و حواشی ضروری تفاصیل کے ساتھ آخر میں دیئے جائیں۔
- فاؤنڈیشن کی طرف سے مقالہ نگار حضرات کی خدمت میں ۱۰ مطبوعہ نقول پیش کی جائیں گی۔
- سال بھر شائع شدہ مقالہ جات میں سے دو مقالوں کو ایوارڈ دیا جائے گا۔ جن میں سے ایک چالیس ۴۰ سال سے زیادہ اور ایک چالیس ۴۰ سال سے کم عمر محقق کے لئے مخصوص ہوگا۔
- علمی کتابوں پر تبصرے کے لئے مدیر "شہرورد" کو دو نسخے ارسال کئے جائیں

مدیر، شہرورد
سہروردیہ فاؤنڈیشن

سلسلۂ تصوف

سہرورد

سلسلہ نمبر ۵

— بیادگار —

اسوۃ الواصلین حضرت شرف الدین المعروف بابا جنگو شاہ قلندر قدس سرہٗ

حجۃ الکاملین حضرت میاں غلام محمد سہروردی قدس سرہٗ

مجددِ سلسلۂ سہروردیہ حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی قدس سرہٗ

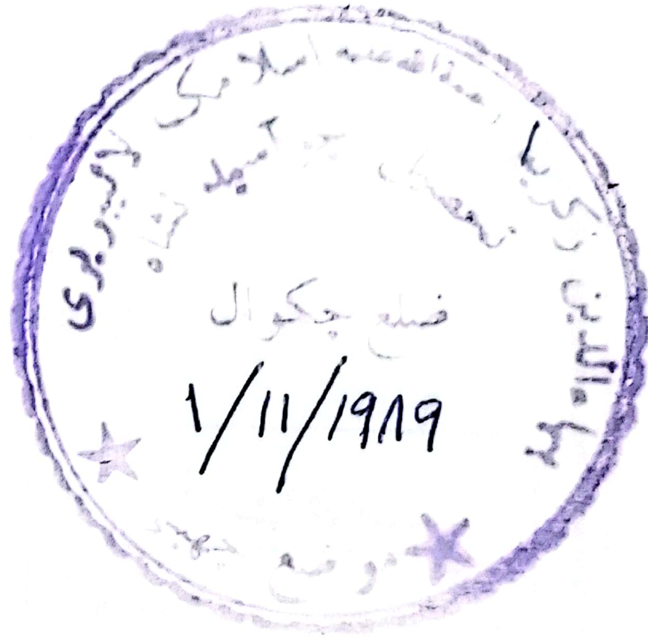
زیرِ نگرانی

حضرت محمدؐ نذیر غوری سہروردی ثم لاہوری دام برکاتہم

فہرستِ مطالب

قیمت : -/۱۰ روپے
سالانہ چندہ (بمع ڈاک خرچ) : -/۵۰ روپے

محلِ اشاعت: سہروردیہ فاؤنڈیشن۔ ۱۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور۔ فون [illegible]



✿ سہرورد

✿ کتابت : عبدالجبار

✿ مطبع : گرافک الیون

✿ صفحہ بندی : محمد اعجاز

✿ خوشنویسی عنوان سہرورد : سیّد اویس علی سہروردی

✿ خوشنویسی فہرست مطالب : ہاشم الاعظمی (فیضان پرویں)

✿ محل نشر : سہروردیہ فاؤنڈیشن - ۱۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور - ۱

☏ : ۲۲۲۷۸۴ / ۲۲۲۵۲۲

گفتگو

بسمہٖ تعالیٰ

فقیر ایک کھیل (۱) کا بین الاقوامی کھلاڑی تھا۔ ۱۹۷۸ء میں جاپان میں ایک عیسائی پادری سے بحث کے بعد دین کی طرف رجوع کیا۔ ان تھک مطالعے کے بعد (جو ادیانِ عالم کے متعلق تھا) جب تسکین نہ ہوئی، تو تصوّف کا مطالعہ کیا۔ ہر مذہب کے تصوف کو پڑھا اور آخر کار تصوف اسلامی کو پڑھ کر اطمینان و سکون حاصل ہوا۔ جیسے منزل مل گئی ہو۔ علم تصوف کو پڑھنے کے بعد اس کی عملی تربیت حاصل کرنے کے لئے شیخِ طریقت کی تلاش ہوئی کئی بزرگوں کی طرف رجوع کیا اور آخر کار مجددِ سلسلہ سُہروردیہ شیخ الاسلام حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخِ طریقتِ سُہروردیہ، عارفِ کامل، فقیرِ بے بدل و بے مثل جو اتباعِ سنّتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑے سخت کوش ہیں، کی غلامی کا قلادہ گلے میں ڈال کر نسبتِ فیض حاصل کی۔

"سلسلۂ سُہروردیہ کی ٹھوس علمی و تبلیغی کاوشوں کو منظرِ عام پر ابھی تک نہیں لایا گیا"

یہ وہ فقرہ تھا، جو مہر اُس محقق نے کہا۔ جسے میں ملا۔ میں اُن حضرات کا شکر گزار ہوں۔ جنھوں نے میری توجہ اِس جانب مبذول کروائی کیونکہ اُن حضرات کے توجہ دلانے کی وجہ سے ہی میں نے "سہروردیہ فاؤنڈیشن" کی بنیاد رکھی اور اِس مجلّے "سُہرورد" کا اجراء کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مؤلفین و محققین حضرات اِس کے اشاعتی مواد کے سلسلے میں میری کس قدر مدد کرتے ہیں ویسے اللہ تعالےٰ حکیم موسیٰ امرتسری صاحب، حضرت شمس بریلوی صاحب اور جناب سید عارف نوشاہی صاحب کو اجرِ عظیم سے نوازے، جنھوں نے اِس سلسلے میں مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

بات سلسلہ سُہروردیہ کی ٹھوس علمی و تبلیغی کاوشوں کو منظرِ عام پر لانے سے چلی تھی، سو انھی کاوشوں کو منظرِ عام پر لانے کے لئے نومبر ۱۹۸۶ء کو "سُہروردیہ فاؤنڈیشن" کی بنیاد ڈالی، جسے

---

(۱) باسکٹ بال

ایک ٹرسٹ کی صورت دے دی گئی ہے۔ یہ اِس مقصد کے حصول کی طرف پہلا قدم ہے۔ اگر خدا نے چاہا اور یہ پودا پروان چڑھا، تو اِس کے وسائل اغراض و مقاصد کے مطابق اشاعتی اور تبلیغی توسیع سے متعلق کاموں کے لئے استعمال کئے جائیں گے۔ زیرِ نظر مجلّہ "سُہروردؔ" ان وسائل کی تشکیل کے لئے اِس ٹرسٹ کا پہلا پراجیکٹ ہے اور اِس کی تمام آمدنی اسی مد میں جمع اور خرچ ہو گی۔ اس کے علاوہ اپنی تمام کُتب اور ذاتی آمدنی کا ایک حصّہ اِس کے موجودہ اخراجات کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔

"سُہروردؔ" ۱۹۸۶ء سے ہی شائع ہو رہا ہے۔ پہلے یہ رابطے کے لئے تھوڑے سے صفحات پر مشتمل ہوتا تھا مگر اِس اشاعت سے اِس کی ضخامت میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور جیسے اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اگر مؤلفین اور محققین حضرات کی قلمی معاونت قائم رہی، تو اِس کی ضخامت انشاء اللہ بڑھتی ہی رہے گی۔

مشہور تذکرہ نویس میاں اخلاق احمدؒ صاحب اور جناب یوسف علی سہروردیؒ صاحب (سیکرٹری جنرل مرکزی مجلس سہروردیہ ہنجروال لاہور و مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونْ۔

دونوں بزرگ ہم پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ اُن سے فاؤنڈیشن کو دامے، درمے، سخنے مدد حاصل تھی۔ ہر طرح کے مشورے اُن سے کر لئے جاتے تھے اور پھر انہی مشوروں کی روشنی میں آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر لیا جاتا تھا۔ اب نہ جانے غائب سے اللہ تعالےٰ کیا اسباب پیدا فرماتے ہیں۔ شاید کوئی اس درجہ مخلص احباب میسّر آئیں نہ یا نہ آئیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان ہر دو بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور جس پودے کی وہ آبیاری کرتے تھے۔ وہ پروان چڑھے اور برگ و بار لائے تاکہ ان کی ارواح خوشی و طمانیت محسوس کریں۔

اللہ ولی و غنی کی رحمت کا محتاج

سید اویس علی سہروردی عفی عنہٗ

* سیف ذوالقرنین

تبلیغِ اسلام میں

سلسلۂ سہروردیہ کے

خانقاہی نظام کا حصّہ

(حصّہ اوّل)

صوفیاء اور علماء مسلمانوں کی تاریخ کا اثاثہ ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کی تاریخ عظیم الشان فتوحات سے پُر ہے لیکن تبلیغِ اسلام کے ضمن میں انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ قطعہ ہائے زمین تو فتح کرتے رہے لیکن لوگوں کے دلوں کو مسخر نہ کر سکے۔ خلجیوں سے تغلقوں تک اور لودھیوں سے مغل بادشاہوں تک تاریخ کو پڑھ جائیں لیکن تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کسی ایک بادشاہ نے بھی کسی ایک کافر کو مسلمان کیا ہو۔ یہ سعادت صوفیاء کرام کو نصیب ہوئی کہ انہوں نے اپنے عمل و کردار سے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے مقامی غیر مسلم اقوام کو اپنا گرویدہ بنایا اور تبلیغِ اسلام سے لاکھوں غیر مسلموں کو شرک اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی ضیاپاشیوں سے بہرہ ور کیا۔

مسلم صوفیاء نے خالق اور مخلوق کے مابین تعلق پیدا کرنے کے لئے تو کے اسرار طشت

---

* پیدائش - ۱۵ دسمبر ۱۹۲۰ء لاہور
ممبر بورڈ مؤلفین "تاریخ سلسلۂ سہروردیہ"
مقالات: (i) اقبال اور عشقِ رسول (ii) ملفوظاتِ اقبال
(iii) حالات و افکار محی الدین ابن العربیؒ

از بام کرنے اور مکاں سے لامکاں کی مسافت طے کرنے کے علاوہ مسلم اور غیر مسلم ہر دو قسم کے عوام پر اپنے بلند اخلاق و کردار کا اتنا گہرا اثر چھوڑا کہ اس کا احاطہ کرنے کے لئے ہزاروں دفاتر درکار ہیں۔

خانقاہی نظام تو بہت پہلے اسلام میں قائم ہو گیا تھا مگر وہ خانقاہیں فرداً فرداً اپنے علاقہ میں لوگوں کو تزکیہ نفس اور بلند اخلاق کی تعلیم و تربیت دیتی تھیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتی تھیں مگر یہ شرف سہروردیہ سلسلہ کے بزرگوں کو حاصل ہوا کہ انہوں نے باقاعدہ ایک پروگرام کے تحت دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی خانقاہیں قائم کیں۔

سہروردیہ سلسلہ تصوف کی نسبت حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی قدس سرہٗ کی طرف جاتی ہے۔ سُہرورد اُن کا آبائی وطن تھا جو قدیم میڈیا کا ایک شہر تھا۔ مسلم جغرافیہ نویس بتاتے ہیں کہ یہ شہر سُلطانیہ کے جنوب میں اُس سڑک پر واقع ہے جو ہمدان سے زنجان کی طرف جاتی ہے۔ مشہور جغرافیہ دان اور سیاح ابو اسحاق ابراہیم اصطخری کے قول کے مطابق اَمن و صُلح کے ایام میں یہ آذربائیجان کی طرف جانے کا مختصر راستہ تھا۔ بدامنی کے زمانے میں قزوین کے راستے کا چکر کاٹ لیا جاتا تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں، جبکہ سہروردی خاندان یہاں آباد تھا، سہرورد کُردوں کے قبضہ میں تھا۔ اُس کے باشندے ملحد تھے۔ اُن ملحدوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالےٰ نے اِس خاندان کو بھیجا۔ قدیم سہرورد کے آس پاس منگولوں کے بہت سے گاؤں آباد تھے۔ (۱)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، جن سے سلسلہ سُہروردیہ کی ابتدا ہوئی۔ وہ عبدالقاہر سہروردیؒ کے بھتیجے تھے جو مدرسہ نظامیہ بغداد کے فارغ التحصیل آپ کا شمار آئمہ تصوف میں ہوتا ہے۔ بغداد میں آپ کی خانقاہ علماء و مشائخ کا مرکز تھی اور سکوت بغداد سے تقریباً نصف صدی پہلے تک اُن کی خانقاہ بڑی آباد رہی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے سلوک کی منازل اپنے چچا ابو نجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کی نگرانی میں طے کیں۔ اِن دونوں بزرگوں نے تصوف کے ایک نئے سلسلہ کی داغ بیل ڈالی جو سہروردیہ سلسلے کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت عبدالقاہر سہروردیؒ کی تصنیف ”آداب المریدین“ اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی تصنیف ”عوارف المعارف“ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ بہت بڑے عالم تھے اور علوم شریعت پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی خانقاہِ عالیہ ایک چشمۂ فیض تھا جو اُبلتا رہتا تھا اور جس سے ایک عالم سیراب ہو رہا تھا۔ ظاہری اور باطنی علوم کے لئے جداگانہ انتظام تھے۔ آپ کے مدرسہ اور خانقاہ میں بکثرت طلباء رہتے تھے۔ اس وقت آپ کی خانقاہ دُنیا کی سب سے بڑی روحانی اور دینی یونیورسٹی تھی۔ جس سے بڑے بڑے علماءؒ اور مشائخ علمی و اعزازی سندات لے کر نکلتے تھے۔ ایشیاء کے قریباً تمام مشہور کامل مشائخ نے اُس وقت آپ کی قدم بوسی کی۔ آپ کی مجالس میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کیئے۔ حضرت معین الدین چشتی غریب نوازؒ، حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکیؒ، حضرت گنج شکر مسعودؒ حضرت حمید الدین ناگوریؒ، بہاؤالدین زکریاؒ، جلال الدین تبریزیؒ، شیخ سعدی شیرازیؒ خواجہ فرید الدین عطارؒ جیسے بزرگ اُسی خانقاہ میں ٹھہرے اور علمی اور روحانی فیوض حاصل کئے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کو سب سے پہلے برِاعظم پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ کا خیال پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے مریدین کو ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لیئے بھیجا۔ جن میں بہاؤ الدین زکریاؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ، حمید الدین حاکمؒ، قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور شہاب الدین جھکوتؒ کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ انہی بزرگوں کی کاوشس سے سہروردی سلسلہ برِاعظم پاک و ہند میں متعارف ہوا اور ان بزرگوں نے ہزاروں افراد کی روحانی اور اخلاقی تربیت کی اور انہیں عوام کی رہنمائی اور خدمت کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا۔ جہاں انہوں نے خانقاہیں قائم کیں اور لوگوں کی اصلاح اور تربیت کی۔ یہ خانقاہیں اخلاق اور کردار سازی کی بہترین درس گاہیں تھیں اور ان بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مریدین اپنے اخلاق و عادات سنوارتے تھے۔ اُنہیں طہارت و پاکیزگی اور آداب معاشرت کے اصول سمجھائے جاتے تھے۔ ان خانقاہوں میں صحبت کو بہت مقام دیا جاتا تھا کیونکہ ایسے ہی مقام میں شیخ مریدوں پر توجہ دیتا تھا اور اُن کی عادات سنوارتا تھا۔ درویشوں کو ایسے خطرات سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ جن سے وہ سلوک کی راہوں میں ثابت قدم رہیں۔

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ سہروردی سلسلۂ سہروردیہ کے بہت بڑے بزرگ اور عارفِ کامل گزرے ہیں۔ آپ قرآن کے بے مثل حافظ، قاری اور مفسر تھے۔ آپ بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان میں ہدایتِ خلق کے لئے اور اشاعتِ اسلام کے لئے متعین ہوئے اور درحقیقت آپ نے اِس کام کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ (۲) کیونکہ سہروردی بزرگ ظاہر و باطن میں بالکل متشرع

زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے ترکِ اسباب، ترکِ دنیا، ترکِ دولت اُن کے ہاں ضروری نہ تھی اُن کا معیارِ کمال یہی تھا کہ دنیا میں پوری طرح رہ کر اللہ کو یاد کیا جائے۔ وہ فرماتے تھے کمال تو یہی ہے کہ تمام لذائذ و نفائس اور دنیوی مشغلوں میں مبتلا رہ کر اللہ تعالےٰ کو فراموش نہ کیا جائے۔ چنانچہ آج بھی سہروردی سلسلہ میں فقر و فاقہ کی کوئی اہمیت نہیں (۳)

سہروردی خانقاہوں کی روحانی تعلیم سے مراد ترک دنیا نہ تھی بلکہ دنیا میں رہ کر دنیاوی کاروبار کرتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہنا اور ہر کام کو بخوبی انجام دینا ہی اطاعتِ الٰہی تھا۔ حضرت بہاؤالدین سہروردیؒ کی قائم کردہ خانقاہیں جماعت بندی کر کے تبلیغ کے لئے اپنے مریدوں کو دیہاتوں اور دُور دراز شہروں میں روانہ کرتیں۔ اِس طرح سہروردیہ سلسلہ کے مرید اور خلفاء برصغیر میں پھیل گئے اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوتے اور دُور دراز علاقوں کے غیر مسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ بہار، بنگال، برما، ملایا اور انڈونیشیا تک میں اشاعتِ اسلام حضرت زکریاؒ کے مُریدوں، خلفاء اور طالبعلموں کے ذریعہ ہوئی۔

اُس وقت آپ کا مدرسہ عالیہ ہندوستان کی مرکزی اسلامی یونیورسٹیوں کی حیثیت رکھتا تھا۔ اُس میں قرآن و حدیث، فقہ و ادب اور ریاضی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ صرف پاک و ہند کے طلباء ہی نہیں بلکہ بیرونی ممالک کے طالب علم بھی اس میں زیرِ تعلیم تھے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ کئی ہزار طلباء کے لئے سینکڑوں حجرے تھے۔ گویا بورڈنگ ہاؤس قائم تھا۔ یہ یونیورسٹی پورے برصغیر میں پہلی یونیورسٹی تھی، جو معاشرے کے ایک فرد نے قائم کی۔ اور اِس کے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔ جس میں تعلیم کے علاوہ تصفیہِ قلب اور خطاطی بھی سکھائی جاتی تھی۔ اِس کے علاوہ تجارتی کاروبار کے اسرار و رموز سے بھی آگاہ کیا جاتا تھا (۴)
آپ کی خانقاہ میں چین، ترکستان، ماوراالنہر، شام اور مصر تک کے طالبان حقیقت اور درویش موجود تھے۔ اُن میں سے جسے آپ اِس قابل سمجھتے، اُسے خرقہ خلافت دے کر جہاں ضرورت ہوتی تھی، متعین فرما دیتے تھے۔ اِس خانقاہ سے بلا مبالغہ ہزاروں بزرگ، عارف و کامل ہو کر نکلے اور انہوں نے دُنیا کے مختلف خطوں میں اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ عقائد کے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اِس خانقاہ میں صوفیاء و اولیاء کا ہر وقت اجتماع رہتا تھا۔ گو اُس وقت اجمیر اور دہلی میں بھی خانقاہیں اور مدرسے قائم ہوئے اور انہوں نے بڑی شہرت حاصل کی لیکن

تقدیم ملتان کی خانقاہ کو حاصل رہی اور اس ظاہری و باطنی یونیورسٹی نے تمام ایشیا میں شہرت حاصل کی۔ (۵)

حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بے شمار اور بکثرت دولت تھی مگر فیاضی اور اقربا پروری کا یہ حال تھا کہ فتوحات میں جو ملتا، وہ شام ہونے سے پہلے پہلے راہ خدا میں غربا اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ امیرانہ شان سے رہتے تھے مگر انکسار کا یہ عالم تھا کہ غریب سے غریب بھی آتا تو پوری محبت اور کشادہ پیشانی سے ملتے۔ سندھ کی بہت سی ہندو قومیں اور ادھر ادھر کے ہزاروں ہندو آپ کی تبلیغ، مواعظ اور پند و نصیحت سے مسلمان ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں فقید المثال خدمات انجام دیں آپ کے قائم کردہ مدارس، وسیع لنگر خانے، مواعظ و مجالس سب اشاعت اسلام اور اصلاح خلق کے لئے تھے۔ آپ نے عام لوگوں کے فائدے کی خاطر زراعت اور تجارت کے کام کو بڑھایا اطراف ملتان میں جنگلات کو کاٹ کر گاؤں آباد کئے۔ کنوئیں اور نہریں بنوائیں۔ ایک دفعہ منگول ملتان میں داخل ہو گئے تو آپ ایک لاکھ درہم نقد لے کر مغلوں کے پاس پہنچے اور انہیں یہ رقم دے کر شہر کو تباہی سے بچا لیا۔ غوث العالمین حضرت بہاؤ الدین زکریا قدس سرہٗ جب اپنے مریدوں کو دیہاتوں اور دُور دراز شہروں میں روانہ کرتے تو انہیں ہدایت کرتے کہ کسب حلال سے زندگی کی ضرورتیں پوری کرنا کیونکہ کسب حلال سے قلب روشن ہوتا ہے۔ حرام کے لقمے سے انسان حق و باطل کی تمیز سے عاری ہو جاتا ہے۔

اِن خانقاہوں سے جو درویش خرقہ خلافت لے کر جاتے تھے۔ اُن کی نظر کیمیا ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ سلطان التمش کے دربار میں چند علماء نے بہاؤ الدین زکریاؒ سے سوال کیا کہ آدمیوں کی نظر کیمیا کس طرح ہو سکتی ہے؟ حضرت بہاؤ الدینؒ نے سونے کا ایک ٹکڑا نکال کر بازار سے ایک کافر غلام خرید دیا اور آپ نے اسے سامنے بٹھا کر کلمہ توحید پیش کیا۔ غلام نے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ شیخ نے علماء سے کہا کہ جس علم کی بابت آپ حضرات سوال کریں گے، یہ غلام جواب دے گا۔ چنانچہ اُس غلام نے ہر سوال کا شافی جواب دیا۔ اس غلام نے علماء سے سوال کیا تو تمام علماء جواب دینے سے عاجز آ گئے۔ حضرت زکریاؒ نے اس غلام سے فرمایا۔ آپ ہی اس سوال کا جواب دیں۔ غلام نے جواب دیا تو تمام علماء حیران رہ گئے حضرت زکریاؒ نے فرمایا کہ آدمیوں کی نظر اس طرح کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ وہی ۹۱ فلاح کتنی سال تک

دہلی میں درس دیتا رہا اور بڑے بڑے علماء آ کر اُس غلام کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔

(۶) اسی طرح جب حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ حاکم سست اور بے پروا ہو چکا ہے اور قرامطہ کی ملحدانہ تعلیم غیر شعوری طور پر عوام کے قلب و دماغ پر چھا رہی ہے۔ شہر کے مقابلے میں دیہات اِس مرض کا زیادہ شکار نظر آئے۔ اِس لئے آپ نے قرامطہ کے اثر و نفوذ کو مٹانے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا۔ آپ نے واعظین اور مبلغین کی کئی جماعتیں ترتیب دیں اور اُنہیں ایک پروگرام کے تحت سندھ اور مکران تک دورہ کرنے پر مقرر فرمایا۔ کئی جماعتیں دہلی اور کشمیر کو روانہ کیں اور کئی جماعتیں افغان قبائل میں تبلیغ کرنے لگیں۔ دس دس میل کے فاصلے پر اُن کی قیام گاہیں مقرر ہوئیں جو گھنے اور سرسبز درختوں کے سائے میں کئی کئی دن تک وعظ و نصیحت کی مجالس گرم رکھتے تھے۔ سال کے خاتمے پر مبلغین کے یہ گروہ، جواب تک "سنگ" اور "جماعت" کے نام سے مشہور تھے۔ پانچ پانچ سو کی تعداد میں **قال اللہ وقال الرسولؐ** سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے ہوئے ملتان حاضر ہوتے اور اپنی سالانہ رپورٹ پیش کرتے تھے۔ دوران سال جتنی انہیں دقتیں پیش آتی تھیں۔ وہ بیان کرتے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا اور اُن کے فاضل رفقاء نہ صرف اِن مشکلات کو حل کرتے، بلکہ جہاں جہاں ضرورت محسوس کرتے، وہاں خود بھی تشریف لے جاتے تھے۔ بالعموم گرمی کے موسم میں سرحد، کشمیر، افغانستان، بخارا اور نیشاپور کی طرف دورہ کرتے اور سردی کے دنوں میں پنجاب، سندھ اور راجپوتانہ میں اپنے خلفاء اور احباب کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ ہر منزل پر ایک دو دن قیام کر کے تبلیغی مجالس ترتیب دیتے۔ صاحب حال صوفی اور نامور مشائخ اثر میں ڈوبی ہوئی تقریریں کرتے، جن کو سن کر لوگوں کے دلوں کی کائنات ہی بدل جاتی تھی۔ فولادی طبائع نرم ہو کر موم ہو جاتی تھیں۔ خشونت آمیز نگاہوں سے خشیتِ الٰہی کے چشمے پھوٹ پڑتے تھے۔ بڑے بڑے سنگدل خدا کے قہر و غضب اور اُس کی بے پناہ گرفت سے ڈر کر کانپ اٹھتے اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتے۔ ایک ہی نشست میں صدہا فاسق و بدکار تائب ہو کر مسلمان ہو جاتے تھے۔ یہ تبلیغی گروہ کسی پر نان و نفقہ کا بوجھ نہیں ڈالتے تھے بلکہ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کی طرف سے ان کو لاکھوں روپیہ کا سامانِ تجارت خرید کر دیا جاتا تھا۔ جس کو بیچ کر اُس کے منافع سے درویشوں کا نان و نفقہ پورا کیا جاتا تھا۔ ایک طرف محافظ دستہ جنگی مظاہرہ کر کے نوجوانوں کو جہاد کے لئے ابھارتا تھا تو دوسری

طرف

گچھے دار جھاڑیوں میں عارفانِ حق کا حلقہ دکھائی دیتا۔ جس میں زنگ آلود دل نہ صرف صیقل ہوتے بلکہ تزکیۂ نفس، استغراق، مراقبہ اور عباداتِ شریعہ کے لئے تیار کیا جاتا تھا (۷)

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے نصف صدی کے عرصہ میں برصغیر ہند و پاک کو نہ صرف قرامطہ کے اثر سے پاک کیا بلکہ لاکھوں سرکش اور تند مزاج کافروں کو نورِ ایمان سے مالامال کر کے مسلمانوں کی اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کر دیا اور وہ لاکھوں خون آشام تلواریں، جو سالہاسال تک غزنی کے مجاہدوں سے ٹکراتی رہی تھیں، اسلام کی محافظ بن گیئں۔

الغرض مغلوں اور قرامطہ کو اسلام سے متعارف کرانے میں سہروردی بزرگوں کا بڑا حصّہ ہے۔ خاص کر حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ اور اُن کے رفقاء نے ملّتِ اسلامیہ کی اُس وقت نگہبانی کی، جب اغیار و اعدار نے اُس پر زندگی کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں (۸) حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ اور اُن کے خلفاء کی بدولت افغان علاقوں میں بھی سہروردی سلسلے کو بڑا فروغ ہوا۔ آپ کے مریدوں میں افغانی مریدوں کے نام آتے ہیں۔ مثلاً حیدر زرنی، حسن افغان وغیرہ۔ حسن افغان نے غورغشتیوں میں رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ مخدوم بہاؤالدین زکریاؒ کے جس افغان مرید سے سہروردی سلسلہ کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ وہ شیخ احمدؒ ولد موسےٰ شیروانی تھے۔ شیخ احمدؒ کے بعد اُن کا سلسلہ اُن کے تین فرزندوں نے جاری رکھا۔ اِس کے بعد آپ کے پوتوں شیخ ملہی قتال، اور محمودؒ نے سلسلہ سہروردیہ افغانوں میں مقبول بنایا۔ محمود کے بیٹوں محمد حاجی اور شیخ برمزید سربنی نے اور اُن کے علاوہ محمود کے خلفاء کی بدولت سہروردی سلسلہ کو افغانوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کے بعد اُن کے مریدوں نے بھی خوب اسلام کی تشہیر کی۔ اُن میں آپ کے صاحبزادے صدر الدین عارفؒ، پوتے رکن الدین رکن عالمؒ، جلال الدین سُرخ بخاریؒ اور سندھ کے لعل شہباز قلندرؒ قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت صدر الدین عارف کے بعد آپ کے بیٹے حضرت رکن الدین رکن عالمؒ مسند نشین ہوئے۔ حضرت رکن الدینؒ، حضرت بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کے نہ صرف پوتے ہیں بلکہ اُن کے مشن کے سلسلہ میں صحیح جانشین اور چلانے والے وہی ہیں۔ سہروردی خاندان کی تبلیغی سعی کو جتنا انہوں نے فروغ دیا، اُتنا اور کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔ آپ کے زمانے

میں خانقاہی نظام کو اور پختگی اور وسعت حاصل ہوئی۔ آپ نے اپنے خلفاء و مبلغین گجرات و دکن، دہلی اور بنگال تک پہنچائے اور سہروردیہ مشن کو کامیاب بنایا۔ حضرت شاہ رکن عالمؒ کی ذاتِ بابرکات وہ ہے کہ جن کی روح نے بچپن ہی سے دنیا کو فیوض و برکات سے معمور کر دیا تھا اور عالم عنفوان شباب تک ایک ایسا علمی و روحانی سیلاب آیا کہ دنیا بھر میں آپ کے خلفاء و مریدین پھیل گئے (۹)

آپ کا اسم گرامی بموجب فرمانِ بہاؤالدین زکریاؒ کے رکن الدین رکھا گیا اور آپ کی کنیت "ابوالفتح" ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین سبزواریؒ نے آپ کو "رُکنِ عالم" کا خطاب عنایت کیا اور آپ عُرفِ عام میں شاہ رُکنِ عالم مشہور ہو گئے۔ آپ سے کروڑوں انسانوں نے فیضِ علم و عمل اور روحانیت اکتساب کی اور آپ فیوض و برکات کے لحاظ سے ایک گنج گراں مایہ تھے اور آج تک آپ کے روحانی برکات سے دنیا مستفید ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ آپ کی اولاد نہیں تھی مگر آپ کی روحانی اولاد اِس قدر بڑھی اور پھلی پھولی کہ دنیا بھر میں پھیل گئی اور رشد و ہدایت کا ہر طرف چراغ روشن ہوا۔ آپ کا فیض اکنافِ عالم تک پہنچا۔ جو یہ راجپوتوں کو حضرت رُکنِ عالمؒ نے مسلمان کیا۔

آپ نے بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور سات قرأت پر بھی عبور حاصل کر لیا تھا۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد علوم مروجہ اسلامیہ کا علم بھی حاصل کیا۔ چنانچہ علم تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، صرف و نحو اور لغت کے بھی جید عالم بن گئے۔ آپ چالیس سال تک سجادہ نشین رہے اور دینِ اسلام کی تبلیغ و تصوف کی اشاعت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اُس دَور کے اکابر آپ کے مرید تھے۔ جنہوں نے تبلیغ کے سلسلے میں بڑے بڑے سفر کئے اور دنیا بھر میں پھیل گئے اور کروڑوں انسانوں کو حضرت قطب عالمؒ کے فیوض سے روشناس اور فیضیاب فرمایا۔ کشمیر میں آپ کے ایک مرید سید جلال الدین بخاریؒ دہلوی نے اسلام پھیلایا، شیخ برہان الدین قطب عالمؒ اور اُن کی آل و اکابر نے گجرات کاٹھیاواڑ کے کفرستان میں توحید و رسالت کی شمع روشن کی اور اسلام پھیلایا۔ آپ کا سلسلہ بیعت بنگال تک پھیلا اور ہندوستان کا کوئی علاقہ اُس روشنی سے خالی نہ رہ سکا (۱۰)

شہر شہر، قریہ قریہ آپ کا سلسلہ جاری ہوا۔ عراق سے عراقیؒ، ہرات سے حسینیؒ، بخارا سے بخاریؒ جیسے مردانِ خدا چل کر آئے اور آپ کی توجہ سے مراتب پر فائز ہوئے۔ آپ کے

خلفاء میں مخدوم جہانیاںؒ، سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ بہت مشہور ہوئے۔ آپ کے خلفاء صدر الدینؒ، چراغ ہندؒ، مولانا وجیہدینؒ، عثمان سیاحؒ، مولانا ظہیر بیگ، مولانا علی بن احمد غوریؒ، شیخ قوام الدینؒ وغیرہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ آپ کے پاس چین، ترکستان ماوراءالنہر، خراسان، عراق، دمشق، حجاز و مصر تک کے طالبانِ حق آپ کی مجالس سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ خدمتِ خلق کے جذبہ سے آپ نے سلاطین اور حکومتِ دہلی سے اچھے تعلقات رکھے۔ آپ کا دہلی جانے کا مقصد ہر مرتبہ سُلطان کی اصلاح اور خلق کی وکالت کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ بقول فرشتہ ۸۰۔ لاکھ اشرفیاں اور بقول فضل اللہ جمالی سات لاکھ اشرفیاں حضرت رکن عالمؒ کی خدمت میں ہر مرتبہ دہلی پہنچنے پر نذر کی گئیں مگر آپ نے یہ تمام رقوم دہلی کے محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیں۔

سُہروردی بزرگ بادشاہوں کے ساتھ میل جول اِس واسطے رکھتے تھے تاکہ عوام کی خدمت کر سکیں۔ ایک موقع پر فیروزشاہ تغلق نے ٹھٹھہ کا محاصرہ کر لیا وہ سندھیوں کو سزا دینا چاہتا تھا کہ آپ نے سندھیوں کی معافی کے لئے بادشاہ سے سفارش کی اور اُنہیں مُعافی دلا دی۔

آپ کی اور آپ کے مریدوں کی خانقاہوں نے اِس روز سے تبلیغ کی کہ اُس زمانے میں لوگوں نے صراطِ مستقیم پر چلنا شروع کر دیا۔ آپ کی مجالس میں عام بھی آتے اور خاص بھی امراء بھی آتے اور گدا بھی آتے۔ اس کے علاوہ قُدسی نفوس بھی حاضر ہوئے، جو فقر اور تصوف کے رہنما بنے اور انہوں نے کشمیر سے سری لنکا اور مصر سے سنگاپور تک کے کفرستان کو توحید کی ضیاء پاشیوں سے جگمگا دیا۔ (۱۱)

آپ تعلیم دیتے تھے کہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ایک صورت دوسری صفت، اور قابلِ قبول صرف صفت ہے۔ صورت کی کوئی قیمت نہیں۔ اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے اعمال اور تمہارے قلوب کی جانب نظر کرتا ہے۔ چنانچہ آدمی کو چاہیئے کہ ظلم، غضب، غرور، کنجوسی، حرص اور لالچ کی بجائے عفو، بردباری، تواضع، سخاوت اور ایثار کی خوبیاں پیدا کی جائیں۔

سُہروردی بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی اصلاح کی جائے، اور معاشرہ پر توجہ مرکوز کی جائے۔ اُن کے قلوب کو آلودگیوں سے پاک کر کے ان میں توحید کا نور داخل کیا جائے اور معاشرے کی پوری طرح تطہیر کی جائے۔ چشتیہ سلسلہ کے برعکس سُہروردیہ بزرگوں نے معاملات

ملکی اور امورِ سلطنت میں کافی حصہ لیا۔ اپنی کوششوں سے مطلق العنان بادشاہوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہ دیا اور حکومت کے کاموں میں اسلامی روح داخل کی حکمرانوں کو صحیح مشورے دیئے اور عوام کو بدعنوانیوں اور بے اعتدالیوں کا ہدف بننے سے بچایا۔ جب کشلوخان نے سلطان محمد تغلق کے خلاف بغاوت کی تو سلطان نے اسے شکست دے کر حکم دیا کہ اہل ملتان کے خون سے نہریں بہا دیں۔ شیخ رکن عالمؒ ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس گئے اور اہل شہر کی جانیں بچائیں۔ (۱۲)

جنوب مغربی پنجاب میں ملتان کے بعد اُوچ سہروردی سلسلہ کا بہت بڑا مرکز تھا شاہ رکن عالمؒ کی وفات کے بعد جب سہروردی سلسلے کا مرکز ملتان میں کمزور ہونے لگا تو اُوچ کا مرکز دن بدن ترقی کرنے لگا۔ حضرت جلال الدین سرخ بخاریؒ پاکستان میں بخاری سادات کے مورث اعلیٰ ہیں۔ انہوں نے اُوچ کے گرد و نواح میں کئی غیر مسلم قبیلوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ حضرت بہاؤالدین قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند سید احمد کبیرؒ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اور والد کے مشن کو فروغ دیا۔ سید احمد کبیرؒ کی وفات کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہانگشت بخاریؒ مسند نشین ہوئے۔ آپ حضرت شاہ رکن عالمؒ سے بیعت تھے۔ مخدوم جہانیاںؒ کو اپنے زمانے میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ حضرت شاہ عالم گجراتیؒ کی روائیت کے مطابق حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مریدوں کی تعداد دو لاکھ ایک ہزار ایک سو تہتر تھی جن میں سے بارہ ہزار سات سو پچاس مُرید خلافت سے سرفراز ہوئے۔ پندرہ ہزار مرید قطبیت اور غوثیت کے مرتبہ تک پہنچے۔ تقریباً ایک ہزار ابدال کے درجہ تک پہنچے۔ آپ کے مریدوں میں پندرہ ہزار مفتی شامل تھے۔ (۱۳)

سہروردی شیوخ کا مسلک چشتی سلسلہ کے مسلک سے جداگانہ تھا۔ مشائخ چشت بادشاہوں سے الگ تھلگ رہ کر اصلاح نفس و تبلیغ کے کاموں میں لگے لیکن سہروردیہ بزرگ درباروں کے قریب رہ کر بادشاہوں کو نصیحت کرتے۔ صحیح رائے اور مشورہ دیتے۔ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور شریعت کے مطابق اُن سے عمل کرانے کو ضروری خیال کرتے تھے۔ بادشاہوں کے اختیارات نہائیت وسیع تھے مگر وہ عموماً سہروردیہ بزرگوں کے زیر اثر خوفِ خداوندی کی وجہ سے جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں پاتے تھے۔ بادشاہ سہروردی بزرگوں کے مشوروں کو قبول کرتے اور اُن پر عمل پیرا ہوتے۔ سہروردیہ بزرگ بادشاہوں کو تلقین کرتے کہ مسکینوں

غریبوں کی خبر گیری کریں۔ اُن کی ضروریات کا خیال رکھیں اور احکام کو تنبیہہ کریں کہ مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ بادشاہوں کو تلقین کرتے کہ حکام پر واجب ہے کہ فقرا اور اور مساکین کے حالات کی تفتیش کریں اور اگر وہ بھوکے ننگے ہوں تو جن چیزوں کی ان کو ضرورت ہو، بیت المال سے دیں۔ اگر نہ دیں گے، تو قیامت کے دن اُن کو اِس سلسلہ میں عذاب ہوگا۔ آپ بادشاہوں اور جاگیرداروں سے فرماتے کہ بادشاہ اور جاگیردار، جو نذرانے وصول کرتے ہیں، یہ روا نہیں بلکہ حرام ہیں۔

بعض سُہروردی بزرگ بادشاہوں کے لشکر میں بھی شمولیت فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے بھائی شیخ راجو قتالؒ، سلطان فیروز تغلق کے لشکر میں گئے اور مہموں میں حصہ لیا۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ دوسرے سُہروردی بزرگوں کی طرح سیاست میں بھی دخیل تھے۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں جام جونا مغلوں سے ساز باز کرکے گجرات اور پنجاب کی سرحدوں پر شورش برپا کرتے تھے۔ فیروز شاہ تغلق نے مخدوم جہانیاںؒ کے اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھایا اور اُن دونوں فتنہ بازوں نے آپ کے کہنے سے سلطان سے معافی مانگ لی۔ آپ کا عوام پر اور زمینداروں پر اس قدر اثر تھا کہ حکام کو خراج کی وصولی میں بھی آپ سے مدد لینی پڑتی تھی۔ چنانچہ گورنر عین الملک نے بھی خراج کی وصولی میں مخدوم جہانیاںؒ سے مدد حاصل کی۔

مخدوم جہانیاں تقریباً ہر سال اُوچ سے دہلی تشریف لے جاتے تھے اور مہینوں قیام فرماتے تھے۔ اور سلطان اور عوام و خاص آپ سے فیضیاب ہوتے تھے اور رُشد و ہدایت پاتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ جب اپنی قیام گاہ سے سُلطان فیروز شاہ تُغلق کی ملاقات کو جاتے تو راستے میں حاجت مند اپنی عرضیاں پالکی میں ڈال دیتے اور حضرت مخدوم ملاقات کے وقت سُلطان کے سامنے رکھ دیتے اور سلطان اسی وقت اُن پر احکام صادر کرتا۔ آپ نے سلطان سے کہہ کر کتنے نادار لوگوں کے وظائف مقرر کرائے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی قربت کی وجہ سے بادشاہ کو ہمیشہ مکروہ اور حرام اشیاء و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا بلکہ آپ ممالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنے جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتے تھے اور بادشاہ ہر نامشروع محصول سے ہاتھ اٹھا لیتا تھا۔ مثلاً فیروز شاہ تغلق نے حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے زیر اثر مندرجہ ذیل ٹیکس معاف کر دیئے کیونکہ شرعاً یہ جائز نہ تھے۔

منڈی کا ٹیکس، دلالوں پر ٹیکس، قصابوں پر ٹیکس، تماشوں اور ناچ گانوں پر، غلہ پر، تولنے پر، رنگ بنانے پر، مچھلی بیچنے پر، روئی دھننے پر، صابن بنانے پر، رسی اور ڈوری پر تیل نکالنے پر، بھنے ہوئے چنوں پر، خوانچہ فروشوں پر، جوتے بنانے پر، کورٹ فیس، پولیس کے متعلق ٹیکس، محکمہ احتساب کا ٹیکس، اینٹیں اور مٹی کے برتن بنانے پر، دیہات کے مکانوں پر، ترکاری پر، دوکانوں پر ٹیکس۔

غریب عوام اور چھوٹے دوکاندار بڑی مشکل میں تھے۔ سلطان نے سب ٹیکس معاف کر دیئے۔ اس طرح مخدوم جہانیاںؒ نے شریعت کا احیاء اور بدعات کی روک تھام میں بھی خاصی مدد کی اور سلطان کے بیت المال میں غیر مشروع اور حرام مال روک دیا تھا۔ ممالک محروسہ میں جو باتیں خلاف شرع نظر آئیں۔ اُن کو سلطان نے مخدوم جہانیاںؒ کے زیر اثر قطعاً موقوف کر دیا گیا۔ (۱۴)

سہروردی بزرگوں کے زیر اثر بادشاہ اسلام کو فروغ دینے اور شرح کی حرمت کے دلدادہ ہو گئے تھے۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور ایک شخص نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ ایک اور شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو سلطان نے اُن سب کو قرار واقعی سزائیں دیں اور مسلمانوں کو اُن کے دامن تزویر میں پھنسنے سے بچایا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں شیعوں کا ایک فرقہ اباحت کا قائل تھا اور برصغیر پاک و ہند میں اپنے عقائد کا پرچار کرتا تھا۔ سلطان نے اس فرقہ کے اکابرین کو قتل کرا دیا اور دوسرے لوگوں کو سخت سزائیں دیں۔ سلطان نے شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے سونے اور چاندی کے برتن تڑوا دیئے، حتیٰ کہ شاہی دربار کے ریشمی پردے تک ہٹوا دیئے اور اُن کا استعمال ممنوع قرار دیا۔ (۱۵)

اِن تمام حالات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں کے زمانے میں جو اصلاحات سلطان نے نافذ کیں۔ اُن میں آپ کا دخل تھا اور آپ سلطان کے مزاج میں کافی حد تک دخیل تھے۔ یہ تمام اصلاحات بادشاہ نے آپ کے مشورے سے ہی نافذ کی تھیں۔

سہروردی بزرگ مضبوط مرکز کے قائل تھے اور مرکز گریز رجحانات کے سخت مخالف تھے۔ جب سندھیوں نے سلطان فیروز شاہ کے خلاف بغاوت کی اور سلطان کی فوج ٹھٹھہ پہنچی تو آپ نے سندھیوں کو سمجھایا اور بغیر کسی کشت و خون کے سلطان کا ٹھٹھہ پر قبضہ کرا دیا۔ اسی طرح حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی نے بھی قباچہ کے خلاف شمس الدین شاہ دہلی کی حمایت کی تھی اور

قباچہ کی بغاوت کا راز افشا کر دیا تھا اور ملتان پر بادشاہ کا قبضہ کرانے کی ہر طرح سے مدد کی تھی۔

اُوچ اور گجرات کا ٹھیاواڑ میں اشاعتِ اسلام کے لئے حضرت مخدوم جہانیاںؒ اور اُن کے بھائی راجو قتال نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ جن کو آپ نے علوم باطنی سے مالا مال کر کے گجرات کے علاقے میں اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بھیجا تھا (۱۶)

آرنلڈ لکھتا ہے کہ گجرات میں اسلام کی نشر و اشاعت خانوادۂ مخدوم جہانیاںؒ کے ذریعہ ہوئی۔ سلطانانِ گجرات کے مورثِ اعلیٰ سہارن و سادھو، دو بھائی تھانیسر کے رہنے والے تھے جو اسلام قبول کر کے حضرت مخدومؒ کے سلسلۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ بعد میں یہی گجرات کی سلطنت کے مالک بنے۔ حضرت مخدومؒ کے اکثر بزرگ گجرات میں ہی رہے اور وہیں اسلام کی اشاعت کرتے رہے اور لوگوں کو رشد و ہدایت دیتے رہے۔ اسی طرح حضرت مخدومؒ جہانیاں نے ریاست مانگرول میں قیام کے دوران اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنے ایک مرید سکندر بن مسعود کو تبلیغِ اسلام کی غرض سے مانگرول بھیجا۔ جس نے وہاں خانقاہ قائم کی اور تبلیغ کے کام کو بڑے احسن طریقہ سے نبھایا (۱۷)

حضرت مخدوم جہانیاں کے مرید قوام الدین عباسی نے لکھنؤ میں تبلیغ کا کام سر انجام دیا۔ اس کے بعد شیخ سارنگؒ اور ان کے مرید شیخ میناؒ نے بھی سلسلۂ سہروردیہ اور تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔ حضرت مینا کے مرید سعد الدینؒ نے خیر آباد میں رشد و ہدایت کا کام جاری کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے ذریعہ سہروردیہ فیض اودھ کے علاقہ میں عام ہوا۔ (۱۸)

آپ اپنی خانقاہ میں عربی، فارسی کے علاوہ مقامی زبانوں میں بھی تلقین و ارشاد فرمایا کرتے تھے (۱۹) آپ نے افغانوں کی ہدایت کے لئے اپنے مرید خواجہ یحییٰ بختیارؒ کو جنہیں آپ نے کبیر کا خطاب دیا تھا، مقرر کیا۔ خواجہ یحییٰ بختیارؒ نے افغانستان، غزنی، سمرقند تک رشد و ہدایت کی مجالس آراستہ کیں اور لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی۔ گجرات میں برہان الدین عبداللہؒ جنہیں گجرات والے قطب عالم کہتے تھے، نے رشد و ہدایت کا کام سر انجام دیا۔ ان کے بڑے بیٹے کا نام سراج الدین محمد بن عبداللہ تھا اور ان کو لوگ شاہ عالم کہتے تھے۔ انہوں نے گجرات میں اشاعت اسلام اور رشد و ہدایت سے لوگوں کو گرویدہ بنایا (۲۰)

گجرات کے قدیمی دارالخلافہ پٹن میں حضرت قطب عالم اور حضرت شاہ عالم کے سر بفلک

روضے سہروردی یادگاریں ہیں۔ آرنلڈ لکھتا ہے کہ مخدوم جہانیاںؒ نے گجرات میں تبلیغ اسلام کا بہت کام کیا۔ حضرت قطب عالم اور شاہ عالم آپ کے پوتے اور پڑپوتے تھے۔ کاٹھیاواڑ منگرول کی ریاست میں سید سکندر بن مسعودؒ کو مخدومؒ نے اُس علاقے میں رشد و ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ جب حکومت دہلی کمزور ہو گئی تو گرنار کے ہندو مقدم نے سر اٹھایا اور مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کیا۔ اس پر منگرول کے سجادہ نشین نے حضرت شاہ عالم کو مدد کے لئے کہا۔ آپ نے کہا۔ فکر نہ کرو، اور درود و وظائف کا ورد جاری رکھو۔ انشاءاللہ میں بھی پوری کوشش کروں گا۔ چنانچہ جلد ہی گرنار کو سلطان محمود بیگڑہ نے فتح کر لیا (۲۱)

مغربی پنجاب کے جن قبیلوں نے مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہاولپور کے سرکاری گزٹ میں اُن کی فہرست درج ہے۔ اُن قبیلوں کی تعداد آٹھ ہے۔ اُن میں کھرل راجپوتوں کا مشہور اور بڑا قبیلہ بھی شامل ہے۔ آپ کا فیض ہندوستان کے سب علاقوں میں پھیلا ہوا تھا۔ آپ کبھی اُوچ، کبھی دہلی، کبھی پنڈوہ، کبھی جونپور کا دورہ کرتے تھے اس طرح آپ نے رشد و ہدایت کا ایک وسیع سلسلہ قائم کیا۔ آپ کے مریدوں میں اودھ اور بلاد مشرقی کے بھی خانوادے تھے۔ آپ کے بھائی راجو قتال کے علاوہ لکھنؤ کے شیخ قوام الدینؒ، ایرج کے شیخ بدہؒ اور دہلی کے کئی بزرگوں کے کئی نام بھی لئے جاتے ہیں۔

گجرات، بالخصوص احمد آباد میں سہروردی سلسلے میں خوب فروغ پایا۔ اس سلسلے کے مرکز اوچ اور ملتان تھے اور سندھ میں اس سلسلے کے ماننے والے کثرت سے تھے۔ حضرت بہاؤالدینؒ سے قبل ایک سہروردی بزرگ نوح بھکریؒ سندھ میں پہلے سے اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے۔ آپ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔

سندھ اور گجرات میں دور کا فاصلہ نہیں۔ اس لئے اس سلسلہ کے بزرگ کثرت سے گجرات آئے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے بھائی حضرت راجو قتالؒ نے گجرات کی طرف خاص دھیان رکھا۔ آپ کے کئی مرید مثلاً سید محمود خدا بخشؒ، سید احمد مخدوم شاہؒ پٹن میں دفن ہیں جو گجرات کا پرانا دارالخلافہ تھا۔ دکن اور گجرات کے عوام میں داول شاہؒ کا نام بہت لیا جاتا ہے۔ اُن کا اصل نام عبداللطیف تھا اور آپ شاہ عالم کے مرید تھے۔ انہوں نے دکن اور گجرات میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔ مدراس اور ترچناپلی میں بابا فخر الدین سہروردیؒ نے رشد و ہدایت سے لوگوں کی اصلاح کی۔ بابا شرف الدین عراقی نے حیدر آباد دکن سے چار میل دور

قیام کیا اور لوگوں کو رشد و ہدائیت اور تلقین کی۔ آپ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو اہلِ دکن کو مسلمانوں سے خاص بغض و عناد تھا۔ لوگ کھانے پینے کا سامان تک فروخت نہ کرتے لیکن بابا صاحب کے حسنِ سلوک سے اور روحانیت سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور آپ کا ادب کرنے لگے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی شہاب الدین بھی تشریف لائے اور دین اسلام کی اشاعت کرنے لگے اور سینکڑوں ہندوؤں کو راہ حق پر گامزن کیا۔

پٹنہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے شیخ شہاب الدین جگجوت سہروردیؒ تشریف لائے۔ جن کا آبائی وطن کاشغر تھا۔ آپ نے موضع جھٹلی میں قیام فرمایا اور اسلام کی تبلیغ اس علاقہ میں کرتے رہے۔ آپ کے بعد آپ کے دو نواسے حضرت احمد شرف الدینؒ اور حضرت احمد چرم پوشؒ نے اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھایا (۲۲)

عدن میں مولانا فخر الدین عراقیؒ رشد و ہدایت دیتے رہے۔ عراقی کی منگول شہزادے فغفور سے ملاقات ہوئی، جو اباقا خان کا بھائی تھا۔ پھر آپ روم سے ہوتے ہوئے شام اور مصر کی طرف چلے گئے۔ مصر کا سلطان آپ کے علم و عرفان کا اتنا گرویدہ ہوا کہ اس نے مصر کے علماء کو حکم دیا کہ عراقی کا درس ہفتہ میں ایک بار ضرور سُنا کریں (۲۳) آپ مصر سے پھر دمشق چلے گئے۔ جہاں آپ نے وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کا فرزند کبیر الدینؒ لوگوں کو رشد و ہدایت دیتا رہا۔

ہرات میں سید امیر الحسینی ہروی سہروردیؒ اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کی اصلاح کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ آپ کی خانقاہ کا چرچا دُور دُور تک پھیل چکا تھا اور ہزاروں گمراہوں نے آپ کی توجہ سے راہِ ہدائیت پائی۔ آپ نے افغانستان اور ایران میں لوگوں کو مستفید کیا۔ تصوف کی معرکہ آرا منظوم کتاب "گلشن راز" جس کو علامہ شبستری نے تصنیف کیا تھا۔ آپ کی وجہ سے ہی معرض وجود میں آئی۔ خراسان تک لوگوں کو آپ نے راہِ ہدائیت پر لگا دیا۔ (۲۵)

شیخ سعدی شیرازی سہروردیؒ نے اپنی زندگی میں بہت مجاہدے کئے۔ وہ سالہا سال تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بہشتی بن کر لوگوں کو پانی پلاتے رہے۔ کئی کئی ماہ اہل اللہ کی قبور پر اعتکاف کیا۔ کئی کئی روز تک مسلسل روزے رکھے۔ تحصیل عبرت اور حصولِ

فیضان کی خاطر ایشیاء اور افریقہ کی بادیہ پیمائی کی۔ آپ شاہی لباس پہن کر امرائے سلطنت کو امورِ جہانبانی کے تعلیم دیتے رہے۔ کبھی علم و فضل کا جامہ اوڑھ کر طالبانِ علم و ادب کے اشکال حل کرتے رہے۔ مفتاح التواریخ کے مطابق آپ نے روم اور ہند کے جہاد میں بھی حصہ لیا۔ آپ کی تصانیف گلستان، بوستان نے ہندوستان، افغانستان، وسط ایشیا اور ایران میں عوام کے اخلاق اور کردار سازی میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ (۲۵)

حمید الدین حاکم نے سندھ سے مکران تک اسلام کی اشاعت کی اور لوگوں کو رشد و ہدایت دی۔ آپ نے دھادر قبیلہ کو مسلمان کیا۔ سندھ میں جا بجا مساجد بنوائیں۔ آپ کا مزار اموہ مبارک رحیم یار خاں سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ بعد میں شیخ چوہڑ بندگی، جو آپ کی اولاد میں سے ہیں، لاہور میں تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ آپ نے اپنی خانقاہ کوٹ کروڑ میں جو محلہ حاجی سرائے کہلایا، میں بنوائی، یہ علاقہ موجودہ قلعہ گجر سنگھ اور پولیس لائن کے درمیان کا علاقہ تھا۔ جہاں آج کل آپ کا مزار ہے۔ لودھیوں کے زمانے میں آپ نے اپنی خانقاہ سے تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔ آپ کی نگاہِ فیض سے لاکھوں غیر مسلم دینِ اسلام میں داخل ہوئے اور ہزاروں کو عرفان و ایقان کی آسمانی بلندیوں پر پہنچایا۔ آپ کے زمانے میں سلہری ریاست کے سرکش راجہ کے علاوہ اُس کا مشہور جوگی بھی آپ کی نظرِ فیض سے اسلام کی حقانیت کا معترف ہو کر مسلمان ہوا بلکہ اُن کے ساتھ ہی ساری ریاست کے باسی نورِ اسلام سے منور ہو گئے۔ (۲۶)

شیخ سارنگؒ نے حضرت راجو قتالؒ، جو مخدوم جہانیاں کے بھائی تھے، کی خدمت میں حاضر ہو کر سہروردی سلسلے میں خرقہ و خلافت حاصل کی۔ آپ نے ہندوستان کا مشہور شہر سارنگ آباد کیا اور وہیں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے اور خلق کی رہنمائی فرماتے رہے شیخ سارنگ کے مرید شیخ مینا لکھنؤ میں مسند ارشاد پر بیٹھے۔ آپ پابند شریعت تھے اور اہلِ طریقت کو بھی شریعت کی پابندی کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ شاہ مینا خود ایک جید عالم تھے اور عالموں کی قدر کرتے تھے۔ لکھنؤ اور اودھ میں آپ کے بعد آپ کے بھتیجے قطب الدین مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ آپ کے ایک اور مرید شیخ سعدؒ نے خیر آباد میں خانقاہ قائم کی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ سعد علوم شریعت اور طریقت کے عالم ہونے کے علاوہ نحو، فقہ، اور اصول میں بھی بڑا درک رکھتے تھے

اور متعدد کتابوں کے مصنف اور شارح تھے۔ آپ نے انیتس خلفاء کو خلافت عطا کی اور اُن کو مختلف جگہوں پر متعین کیا (۲۷)

سلسلۂ سہروردیہ نے دنیا کے ہر حصہ میں اس قدر تقویت حاصل کی اور شہرتِ دوام پائی کہ آج تک یہ سلسلہ پاک و ہند، بنگال و چین، ایران و ترکی، فلسطین و مصر، عراق، بغداد سمرقند اور بخارا تک جاری ہے۔ اس سلسلے نے اسلام کو پھیلانے میں بڑی کوشش کی اور تبلیغ میں منفرد مقام حاصل کیا۔ انہوں نے تبلیغ دین سے مغلوں کو مسلمان کیا۔ سلسلہ سہروردیہ کا وہ دَور خصوصاً قابل ذکر ہے جبکہ مسلمانوں کے خون سے ایران، بغداد، سمرقند، بخارا، چین و ہند کے مسلمان چنگیزی قوم کے ہاتھوں مولی گاجر کی طرح کٹ رہے تھے۔ ہر طرف خون ریزی تھی۔ ایسے حالات میں تبلیغ اسلام ایک ایسا کارنامہ تھا۔ جس پر تاریخ اسلام اور سلسلۂ سہروردیہ سے تعلق رکھنے والے جتنا فخر کریں، کم ہے۔ جس وقت چنگیز خاں کے ہاتھوں خوارزم کی اینٹ سے اینٹ بج رہی تھی۔ اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردی بخارا میں درس و تدریس میں سرگرم تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ سمرقند، ترکی، بخارا، بغداد جیسے شہر اُن کی تبلیغ سے مستفید ہوئے تھے۔ شیخ نجم الدین کبراؒ اور اُن کے کئی مرید چنگیزی لشکر کے ہاتھوں مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے لیکن ایک بڑی تعداد شیخ کے مریدوں کی باقی تھی جو رشد و ہدائیت پھیلانے میں لگے رہے۔ بعد میں بخارا میں شیخ نجم الدینؒ کے خلیفہ سیف الدین باخرزیؒ کی ذات گرامی اسلام کی اشاعت میں مصروف تھی۔ حضرت سیف الدینؒ کی نظرِ فیض برکہ خاں منگول پر پڑی اور برکہ خان نے اسلام قبول کر لیا۔ اُس کے ساتھ اُس کے بہت سارے عزیز و اقارب نے بھی کلمہ توحید پڑھا۔ برکہ خان نے بڑی مساجد تعمیر کرائیں۔ دینی امور کو رائج کیا۔ مدرسے قائم کئے۔ اس پر علامہ اقبال نے کہا تھا " پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے "

حضرت سعد الدین حمویؒ خراسان میں رشد و ہدایت کے لئے صبح و شام سرگرم عمل تھے۔ ترکستان میں کمال الدین سٹریانیؒ کلمہ توحید بلند کر رہے تھے۔ نظام الدین جنیدیؒ جیسے باکمال صوفی قفچق میں انوارِ محمدیؐ پھیلانے میں مصروف تھے۔

اس سلسلہ کے کئی خلفاء اور تربیت یافتہ مُریدین فلسطین سے لے کر چین تک اور بحر ہند کے جزائر و ساحلی مقامات سے گزر کر شمالی و جنوبی ہند کے اندرونی دور دراز مقامات تک پھیل گئے۔ حضرت شیخ دمشقیؒ نے بنگالہ کا سفر کیا اور مولانا تقی الدین عربیؒ مغربی کو سلسلۂ

سہروردیہ میں داخل کیا۔ مولانا تقی ؒ سے بنگال و بہار میں اس قدر سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ سید جلال الدین کبیر سرخ بخاریؒ نے بھی بہار میں اس سلسلہ کو تقویت پہنچائی۔ حضرت دیوان عبدالرشید جونپوریؒ نے بھی بہار میں اس سلسلہ کو پھیلایا۔ حضرت شاہ سلیمان پھلواریؒ نے مدراس، بنگلور، میسور، ترچنا پلی اور جنوبی ہند کا دورہ کیا اور ہزاروں افراد کو اس سلسلہ میں داخل کیا۔ حضرت خواجہ عماد الدین قلندری پھلواریؒ نے بھی اس سلسلہ کو بڑی تقویت پہنچائی۔ سید جلال الدین مجرد سلہٹیؒ (بعض آپ کو گیانی کہتے ہیں اور یمنی بھی کہتے ہیں جو حضرت جلال الدین سرخ بخاریؒ کے نواسے ہیں) نے گینیا، یمن میں دورہ کرنے کے بعد پھر ہندوستان کا دورہ کیا اور تبلیغ اسلام کی اور پھر بنگال پہنچے اور سلہٹ میں مقیم ہو کر لوگوں کو رشد و ہدایت دیتے رہے اور اشاعت اسلام کرتے رہے جلال الدین تبریزیؒ نے بھی بنگال میں خانقاہ بنائی اور ہزاروں غیر مسلموں کو دین اسلام میں داخل کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وادی سُرما (بنگال و آسام، بہار) میں اسلام کی روشنی کس سمت سے پہنچی اور کس کی روحانیت نے (مشرقی) پاکستان بنایا تھا یہ سب کچھ انہیں سہروردیہ بزرگوں کا فیض ہے۔ اِس روحانی برق کا بٹن ملتان میں دبا اور ملک ہند کا منتہائے مشرق روشن ہو گیا۔ غرض اِس سلسلے کا شہرہ اکناف عالم میں گونج اٹھا اور مشرق و غرب شمال و جنوب تک اُن کا فیض جاری رہا اور اُن کے خلفاء و مریدین دنیا کے تمام ملکوں میں پھیل گئے مگر نہ معلوم اب اِس سلسلے کو اپنانے والے اور اِس روشنی سے اکتساب کرنے والے کہاں گئے۔

حضرت جلال الدین تبریزی پہلے بدایوں میں رُشد و ہدایت دیتے رہے اور پھر وہاں اپنے ایک نو مسلم مرید علیؒ کو مسند پر بٹھا کر خود بنگال تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں ایک خانقاہ بنوائی۔ لنگر جاری کیا۔ آپ نے وہاں دیو محل مندر کو توڑ دیا اور وہاں کے بت خانے کو تباہ کر دیا۔ اِس جگہ آپ نے اپنا تکیہ بنالیا۔ آپ نے وہاں تبلیغ اسلام کا آغاز کیا اور بے شمار کافروں کو مسلمان بنایا۔ آپ کا مقبرہ اسی بت خانے والی جگہ پر آج تک قائم ہے۔

سُہروردی بزرگوں کا بنگال میں بہت چرچا تھا۔ ان کی دینی خدمات سے متاثر ہو کر مسٹر ہملٹن لکھتے ہیں۔ "اس زمانے میں بنگال میں اولیاء اور غازیوں کی اتنی تعداد آگئی تھی کہ خیال ہوتا تھا کہ صورت حال سلاطین دہلی کے متعلق کسی سوچی سمجھی پالیسی کا نتیجہ تھی"۔

حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ سُہروردیوں کے خانقاہی سلسلے کے پروگرام کی وجہ سے اُن بزرگوں نے بنگال کا رُخ کیا تھا تاکہ وہاں توحید کا علم بلند کیا جائے۔

شیخ جلال الدین مجردِ گیناڈیؒ (بعض یمنی کہتے ہیں) نے آسام اور سلہٹ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کی۔ آپ بھی سُہروردیہ سلسلے سے تعلق رکھتے تھے آپ گینا (ترکستان) سے سلہٹ میں ۷۰۳ھ میں فاتح کی حیثیت سے تشریف لائے۔ آپ مجرد تھے (یعنی شادی نہیں کی تھی) اُس وقت دہلی کا بادشاہ علاؤالدین خلجی تھا اور شمس الدین فیروز شاہ بنگال کا بادشاہ تھا شیخ جلال الدین مجردؒ فنِ جنگ کے ماہر تھے۔ آپ اکثر چھوٹے بڑے جہادوں میں شریک ہوتے اور ہر معرکہ میں فتح یاب ہوتے۔ جہاں گئے اسلام کا علم بلند کیا اور دینِ اسلام کی تبلیغ کی۔

آپ اپنے مرشد سے اجازت لے کر سات سو مجاہدین کے ساتھ ترکستان سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں جہاں کہیں بھی کفار سے جنگ ہوئی آپ کی سرکردگی میں لشکرِ اسلام کو فتح ہوئی۔ زادِ راہ اور کسی قسم کا سامانِ سفر بھی روانگی کے وقت ساتھ نہ تھا۔ صرف مالِ غنیمت سے اخراجات پورے کرتے تھے۔ ہر مفتوحہ علاقہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے سپرد کر دیتے تاکہ وہ وہاں کا نظم و نسق چلائیں اور دینِ اسلام کی تبلیغ کریں۔ اِسی طرح فتح کا ڈنکا بجاتے ہوئے اور اسلام کا جھنڈا گاڑتے ہوئے مجاہدین کے ساتھ بنگال پہنچے۔ سلہٹ کا علاقہ جادو کے لئے مشہور تھا۔ سلہٹ کے راجہ گوڑ گوبند نے سکندر خاں کو جو کہ فیروز شاہ حاکم بنگال کا بھائی تھا، دو دفعہ شکست دی۔ اِسی اثنا میں حضرت جلال الدین مجردؒ اپنے مجاہدین کے ساتھ بنگال میں وارد ہوئے اور سکندر خاں کو تسلّی دی اور معہ اپنے مجاہدین کے سکندر خاں کی فوج کے ساتھ سلہٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔ کُل مجاہدین کی تعداد بمعہ لشکر تین ہزار تھی۔ گوڑ گوبند کی فوج ایک لاکھ پیدل اور کئی ہزار سواروں پر مشتمل تھی۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو معرکہ فیصلہ کن ثابت ہوا اور لشکرِ اسلام کی قلت ہندو راجہ کی اکثریت پر غالب آگئی اور راجہ کو شکست ہوئی۔ حضرت جلال الدینؒ نے تمام مال غازیوں میں تقسیم کر دیا اور مفتوحہ علاقے کو بانٹ کر ایک ایک ساتھی کے سپرد کر دیا تاکہ اسلام کی اشاعت ہو سکے۔ سلہٹ کی فتح کے بعد آپ وہیں مقیم ہوگئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے اُس علاقے سے کفر کی ظلمت کافور ہوگئی اور اسلام کا نور پھیلا۔ آپ کی وجہ سے سلہٹ ہی نہیں بلکہ تمام آسام کی کایا ہی پلٹ گئی اور

توحید کی ضیاء پاشیوں سے تمام علاقہ منور ہوگیا (۲۸)

شیخ سماالدینؒ سہروردی سلسلے کے بزرگ تھے۔ اُن کی وفات کے بعد اور مغلیہ دور میں اس سلسلے کے پہلے بزرگوں کے پایہ کا کوئی بزرگ نہیں ہوا۔ سلطان بہلول لودھی شیخ سماالدینؒ کا مرید تھا اور اُن کے فیض نگاہ سے وہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتا۔ نوافل پڑھتا تھا۔ تہجد گزار تھا۔ اور روزانہ قرآنِ کریم کے تین پارے ہاتھ باندھ کر تلاوت کرتا تھا۔ یہ سب حضرت سماالدینؒ سہروردی کی نگاہِ فیض کا صدقہ تھا۔ آپ نے فخرالدین عراقیؒ کی کتاب لمعات پر حاشیہ لکھا تھا، جو اُس کتاب کی تشریح اور توضیح کے لئے کافی ہے۔ آپ نے ایک رسالہ مفراح الاسرار" بھی لکھا تھا (۲۹)

کشمیر میں اسلام کے پہلے مبلغ بُلبُل شاہؒ تھے۔ جن کا اصلی نام شرف الدین تھا۔ کشمیر میں اسلام اُن کی بدولت پھیلا۔ آپ حضرت نعمت اللہ شاہؒ فارسی کے مرید تھے اور سلسلہ سہروردیہ رکھتے تھے آپ رنجن شاہ، حاکم کشمیر کے عہد میں تشریف لائے اور راجہ اور اس کے بہت سارے امراء کو مسلمان کیا۔ راجہ نے آپ کے لئے ایک بہت بڑی خانقاہ تعمیر کرائی، جو آج بھی لنگر بُلبل شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ بعد میں حضرت امیر کبیر سید ہمدانی سہروردیؒ ایران سے کشمیر تشریف لائے۔ آپ نے اور آپ کے رفقاء نے بڑی سرگرمی سے اشاعتِ اسلام کی۔ آپ کی خانقاہ کشمیر میں اشاعت اسلام کا بڑا مرکز بن گئی۔ آپ سہروردی سلسلے کی کبرویہ شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی کوششوں سے سینتیس ہزار (۳۷،۰۰۰) کشمیری مسلمان ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت میر محمد ہمدانیؒ کئی سو ہمراہیوں کے ساتھ کشمیر تشریف لائے اور بارہ سال تک اور بعض کہتے ہیں کہ بیس سال تک اشاعتِ اسلام میں سرگرم رہے۔ وزیر شاہ سنہا بھٹ بھی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ گلگت میں خپلو لعد میں سلطان العارفین حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ اور ان کے مرید و خلیفہ باباحضرت داؤد خاکیؒ اور ابوالفقراء حضرت بابا نصیب الدینؒ کشمیر میں اشاعتِ اسلام کرتے رہے، حضرت شیخ حمزہؒ حضرت سید جمال الدینؒ بخاری سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور آپ کا شجرۂ طریقت چھ واسطوں سے حضرت بہاؤالدین زکریاؒ سے جا ملتا ہے۔ جب کشمیر کے چک خاندان کے بادشاہ کی شہہ پر بیشتر سنی علماء شہید کردیئے گئے تو حضرت مخدوم حمزہؒ بمع کشمیر کے دیگر سُنی علماء کے ساتھ اکبر بادشاہ کے پاس پہنچے اور حالات سنائے۔ چنانچہ اکبر نے کشمیر کو فتح کرکے سلطنت ہند میں شامل کرلیا۔ (۳۰)

سہروردیہ سلسلے نے لوگوں کو رشد و ہدایت کی تلقین فرمائی۔ انہیں کفر کی طرف سے ایمان کی طرف، معصیت سے طاعت کی طرف اور نفسانیت کی طرف سے روحانیت کی طرف لائے۔ ہزارہا غیر مسلم، دینِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ جب یہ قدسی نفوس، علماء و درویش مسجدوں کے محراب میں کھڑے ہو کر دعوتِ عمل دیتے تو افراد میں بجلی کی سی تڑپ پیدا ہو جاتی تھی۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ بھی حرب نا آشنا مٹھی بھر مسلمان خطبہ سن کر مسجد سے نکلتے اور سیاسیات عالم کا مہرہ پلٹ کر رکھ دیتے۔ اس پر شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا (۳۱)

صاحبدلے بمدرسہ آموز خانقاہ — بشکست عہد صحبت اہل طریق را
گفتم میان عابد و عالم چہ فرق بود — تا اختیار کردی ازاں طریق را
گفت آں گلیم خویش می برد زموج — ویں جہد می کنند کہ بگیرد غریق را

پیری مریدی کے نظام پر اگر غور کیا جائے تو یہ احیائے اسلام، تربیت اخلاق، تزکیۂ نفس تصفیۂ قلب، اصلاحِ خلق اور اشاعتِ اسلام و اتحاد کے لئے اساسی چیز ہے۔ جب سے یہ نظام بگڑا اور باکمال شیوخ کی جگہ نفس پرست اور دنیا پرست بے کمال پیروں نے لے لی اِس نظام کی طرف سے عام بدظنی اور بد اعتقادی پیدا ہو گئی۔ اُسی وقت سے مسلمانوں میں مذہبی مداہنت اور اخلاقی ابتری شروع ہو گئی۔ یہ انہی نفوسِ قدسیہ کی برکات تھیں کہ اسلام کو فروغ ہوتا چلا جاتا تھا اور تمام اقوام مسلمانوں کی علمی، اخلاقی، ذہنی، مالی، مذہبی اور روحانی عظمت کی معترف ہو کر ان کی طرف جھکتی تھیں۔ اب حالت یہ ہوئی کہ خانقاہ کی صورت تو وہی رہی لیکن صفت مفقود ہو گئی۔ آہستہ آہستہ خانقاہی نظام جاگیرداری کی صورت اختیار کر گیا باپ کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد اس کا بیٹا وارث بننے لگا چاہے اُسمیں وہ علم اور اخلاق حسنہ موجود نہ ہوں جو اس کے اجداد میں تھے۔ بہرحال خانقاہی نظام قائم کر کے سہروردی بزرگوں نے اشاعتِ اسلام کے علاوہ عام مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کے لئے جو کارہائے نمایاں کئے، انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ لوگ اُن کے کام کا اندازہ اُن کے جانشینوں کو دیکھ کر کرتے ہیں۔ جنہوں نے اُن کی یادگاروں کو تجارت کا ذریعہ بنا رکھا ہے یا مزاروں پر زائرین کا ہجوم دیکھتے ہیں۔ جن کی ایک ایک حرکت سے توہم پرستی اور جہالت ٹپکتی ہے۔

لیکن اولیاء اللہ کا اندازہ اِن لوگوں سے کرنا سراسر بے انصافی ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مستند اور صحیح ملفوظات، اور تذکروں کو دیکھیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کیسی کیسی

پاک ہستیاں تھیں اور آن سے مسلمانوں کو کیا کیا فیض پہنچا۔ (۳۲)

آج خانقاہوں کے متعلق جو کچھ کہا جا رہا ہے اور کہنے والے غیر نہیں ۔ اپنے ہیں تو غیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی۔ اسلام کی بقا اور تحفظ کے سلسلے میں خانقاہی خدمات کو خصوصاً ہندوستان و پاکستان میں نظر انداز کرنا ستم ظریفی ہے۔ خانقاہوں کے سلسلے کو اگر ہندو پاک کی اسلامی تاریخ سے علیحدہ کر دیا جائے تو اوراقِ تاریخ سادہ نظر آئیں گے۔ یہ تو اسلامی تعلیمات کے وہ پاور ہاؤس ہیں ۔جن کی کارکردگی ہمیشہ مسلسل جاری و ساری رہی۔ یہاں سے ایمان و ایقان کے ابرِ گوہر بار اٹھے اور اطرافِ عالم کو سیراب کیا ۔علم و یقین کی بادِ سحر چلی، جو بحر و بر کو شاد کام کرتی چلی گئی۔ اپنی روشن تاریخ اور تابناک ماضی سے بے نیاز بے خبری و لاعلمی کسی زندہ قوم کا شعار نہیں۔ کوئی قوم اور ملت اپنے ماضی سے بے نیاز ہو کر مستقبل کو نہیں سنوار سکی۔ ماضی استقبال کی تفسیر ہوتی ہے ۔یہ ایک اجالا ہے، روشنی ہے۔ اس کی رہنمائی میں مستقبل کی تعمیر، جس عمدہ طریقہ سے ہوتی ہے۔ وہ کسی اور طرح ممکن نہیں۔

حوالہ و حواشی

۱۔ (i) ہفتاد الاولیاء از

(ii) دیگر۔ لاہور کے سہروردی بزرگ ۔ از محمد دین کلیم ۔

۲۔ تذکرہ بہاؤ الدین ملتانیؒ ۔ از نور احمد خاں فریدی ۔

۳۔ ہفتاد الاولیاء ۔ از

۴۔ غوث بہاؤ الدین سہروردی ۔ از حافظ حبیب الرحمٰن ۔

۵۔ ہفتاد الاولیاء ۔ از

۶۔ تذکرہ بہاؤ الدین ملتانیؒ۔ از نور احمد خاں فریدی۔

۷۔ آبِ کوثر (جلد اوّل) ۔ از محمد اکرام

۸۔ مقالہ "سہروردی بزرگوں کی سماجی اور سیاسی خدمات"۔ از محترمہ پروین اختر پنجاب یونیورسٹی

۹۔ تاجدار اولیاء ۔ از محمد منظور خاں جاوید۔

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ تذکرہ رکن عالمؒ ۔ از نور احمد خاں فریدی ۔

۱۲۔ آب کوثر ۔ از محمد اکرام

۱۳۔ ملفوضات شاہ عالم ۔ از بدر عالم

۱۴۔ تاریخ فیروز شاہی ۔ ترجمہ سراج عفیف ۔

۱۵۔ (i) فتوحات فیروز شاہی ۔ از شیخ عبدالرشید

(ii) تاریخی مقالات ۔ از پروفیسر محمد اسلم

۱۶۔ مکتوب مولوی شبیر احمد خاں ۔

۱۷۔ تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ ۔ از محمد ایوب قادری ۔

۱۸۔ (i) اخبار الاخیار ۔ از حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ ۔

(ii) معارج الولائیت (قلمی) ۔ از عبداللہ خویشگی ۔

۱۹۔ در المنظوم ۔ از سید علاؤ الدین ۔

۲۰۔ جماعت شاہیہ ۔ از

۲۱۔ انڈین ہسٹاریکل ریکارڈ کمیشن کی کارروائی ۱۹۳۶ء ۔ بحوالہ آب کوثر ۔ از محمد اکرام

۲۲۔ تاریخ دعوت و عزیمت ۔ از مولانا علی ندوی ۔

۲۳۔ دیباچہ "دیوان عراقی" ۔ از سعید نفیسی ۔

۲۴۔ غوث بہاؤ الدین ۔ از حافظ حبیب الرحمٰن ۔

۲۵۔ تذکرہ حضرت بہاؤ الدین ملتانی سہروردیؒ ۔ از نور احمد خاں فریدی ۔

۲۶۔ تاریخ جلیلہ ۔ از دستگیر نامی

۲۷۔ اخبار الاخیار ۔ از حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ ۔

۲۸۔ تذکرہ شیخ جلال الدین گیلانیؒ ۔ از عبدالمجید بسمل ۔

۲۹۔ (i) اخبار الاخیار ۔ از عبدالحق محدث دہلویؒ ۔

(ii) ہندوستان کے علماء و مشائخ پر ایک نظر ۔ از صباح الدین عبدالرحمان ۔

۳۰۔ (i) سلسلۂ سہروردیہ کے مشائخ ۔ از اخلاق احمد ۔

(ii) روزنامہ جنگ اشاعت ۴ ستمبر ۱۹۸۷ء جمعہ ایڈیشن ۔

۳۱۔ تذکرہ بہاؤ الدین ملتانیؒ ۔ از نور احمد خاں فریدی ۔

۳۲۔ آب کوثر ۔ از شیخ محمد اکرام ۔

جادۂ جویائے حق

ملفوظات: حامل کمال شیخ طریقت سہروردیہ

حضرت صوفی محمد نذیر حضوری سہروردی اطال اللہ عمرہٗ

مرتب: سید اویس علی سہروردی

دوسری مجلس

قدم بوسی کے لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو آپ پر، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرا ایک بچہ بیمار ہو گیا۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا، بچے کی بیماری کا عرض کیا اور ساتھ ہی تعویذ کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کل آنا۔ دوسرے روز حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گجرات چلے جاؤ۔ میں گجرات پہنچ گیا۔ جب قطب عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں تعویذ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، ایسا کرو تم لاہور چلو میں بھی آ رہا ہوں وہیں تمہیں تعویذ بھی دے دوں گا۔ میں اجازت لے کر رخصت ہوا اور لاہور آ گیا۔

ان دو تین روز میں میرے گھر کے سارے افراد بھی بیمار ہو گئے۔ اگلے روز جب حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو قطب عالم قدس سرہٗ بھی گجرات سے تشریف لا چکے تھے۔ آپ کی خدمت میں میں نے پھر تعویذ دینے کے بارے میں عرض کی۔ آپ نے ٹالتے ہوئے اگلے روز آنے کے لیے کہا۔ میں نے جل بھن کر عرض کی، سرکار میرے ہاتھ میں یہ جو شیشی ہے یہ میری دوا ہے۔ گھر میں سب بیمار ہیں۔ ہو سکتا ہے کل میں بھی حاضر نہ ہو سکوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور سے منور فرمائے، آپ نے ارشاد فرمایا۔ میاں تم نے یہ کیا تعویذ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ تعویذ میں کیا پڑا ہے۔ میں نے عرض کیا! سرکار تو آپ سارا دن سائلین کو کیا دیتے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، یہ تعویذ جو میں لوگوں کو دیتا ہوں، دراصل ان کو اپنے سے دور رکھنے کی ترکیب کرتا ہوں اگر ایسا نہ کروں تو یہ مجھے اٹھا کر لے جائیں کیونکہ میں عوام کی اکثریت کو اپنے قریب لانا پسند نہیں کرتا۔ جاؤ تمہارے لیے کوئی تعویذ نہیں ۔۔۔۔ میں گھر چلا آیا۔

اگلے روز دن کو قریباً گیارہ بجے میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا کہ جب اس آیت پر پہنچا:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝

النسآء ۱۵۷

ترجمہ:

اور کہا کہ ہم نے عیسیٰ مسیح ابن مریم، رسول اللہ کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ (واقعہ یہ ہے کہ) نہ تو انہوں نے اُن کو قتل کیا اور نہ سولی ہی پر چڑھایا، بلکہ حقیقت اُن پر مشتبہ ہوگئی۔ اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا تو بلاشبہ وہ بھی اس کی نسبت شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس صحیح علم تو ہے نہیں محض گمان کی پیروی ہے۔ اُن لوگوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ (النسآء ۱۵۷)

تو میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ چونکہ میں آیات انہی کے متعلق تلاوت کر رہا تھا اس لیے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور آپ کی قوم آپ کے متعلق جو کہتی ہے قرآن اس کی تردید کر رہا ہے، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن نے جو کہا ہے سچ کہا ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ میری تشبیہ کسی اور شخص پر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ڈال دی اور اسے ہی مصلوب کر دیا گیا، جبکہ مجھے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

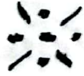
آپؑ کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے نتیجہ نکالا کہ گھر میں تو مسیحؑ آ گئے ہیں، پھر کیوں دوا لائی جائے۔ میں اٹھا اور قبلہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی خدمت میں قلعہ گوجر سنگھ چلا گیا اور آپ کی خدمت میں تمام واقعہ

عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تو پھر تم اس سے کیا سمجھے ہو۔ میں نے عرض کی کہ حضور اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ گھر میں خود حضرت مسیحؑ تشریف لے آئے ہیں تو دوا کی کیا ضرورت باقی رہی۔

آپ نے فرمایا، شاباش تم صحیح سمجھے ہو۔

کچھ دیر بعد آپ اٹھے اور فرمایا، میرے ساتھ چلو۔ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ مزنگ میں اپنے مرید با اخلاص حکیم محمود کے ہاں گئے۔ انھوں نے بھی آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آج حضرت مسیح علیہ السلام کی زیارت کی ہے۔

وہاں سے واپس آئے تو میں جب اجازت لے کر گھر پہنچا تو دیکھا کہ میرے گھر والے تمام تندرست ہو گئے ہیں۔



تیسری مجلس

قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو گفتگو قناعت اور صبر کے بارے میں ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائے۔ آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ جو تھوڑا بہت ملا اسی پہ خوش رہے یعنی نہ ہوا تو بھی خوش اور اگر ہوا تو بھی خوش، مگر صبر کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ حاصل ہو مگر استعمال نہ کیا جائے یعنی تصرف کی طاقت ہو مگر سکوت اختیار کیا جائے۔ اسی لیے قناعت کا کوئی اجر و ثواب نہیں مگر صبر کا بدلہ بلندئ درجات ہے۔

اسی ضمن میں آپ نے فرمایا کہ دو درویش آپس میں ملے تو ایک نے دوسرے سے پوچھا، سناؤ کیا حال ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ مل جائے تو استعمال کر لیتا ہوں، نہ ملے تو قناعت۔ پہلے نے جواب دیا کہ یہ حال تو میرے شہر کے کتوں کا بھی ہے ....



چوتھی مجلس

قدم بوسی کے لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ حضرت ممدوح نے ارشاد فرمایا کہ ابھی مجھے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ آپ نے مجھے حبسِ دم کا سبق دیا، جسے صبح مسجد مولوی برکت علی صاحب (شاہ عالمی، نیا بازار) میں پڑھتا ہوتا اور شام کو نواحی بستی فاروق گنج حضرت مرتضیٰ رح جو نقشبندی بزرگ تھے، اُن کے مزار پہ پڑھتا ہوتا۔

اِس سبق پڑھنے سے میرے سر میں شدید درد ہوتا شروع ہو گیا۔ ایک دن میں نے سر درد سے شفا کے لیے حضرت شاہ محمد غوث قادری رح (سرکلر روڈ) کے مزارِ اقدس پہ دعا مانگی۔ دوسرے دن میں حضرت شیخ الاسلام قبلہ شیخ و مربی سید قلندر علی سہروردی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل کس مزار پر گئے تھے۔ میں کچھ گھبرا سا گیا کہ شاید کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت شاہ محمد غوث قادری رح کے مزار پہ حاضری دی تھی اور سر درد کے لیے دعا بھی مانگی تھی۔

آپ نے فرمایا، جاؤ خوشی مناؤ انہوں نے تمہاری سفارش فرما کر حبسِ دم والا سبق معاف فرما دیا ہے۔ اب اس کے بدلے یہ وظیفہ پڑھا کرو اور اپنی طرف سے اسمائے مہرِ نبوت پڑھنے کا حکم فرمایا۔ چند یوم کے بعد میرا سر درد جاتا رہا۔

انہی ایام میں ایک روز میں شیخ الاسلام قدس العزیز کی قدم بوسی کے لیے قلعہ گوجر سنگھ حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبلہ میاں صاحب ..

(قطب عالم حضرت میاں غلام محمد سہروردیؒ شیخ الاسلامؒ کے شیخ ممدوح) تشریف لائے ہوئے ہیں، جاؤ پہلے ان کی دست بوسی کر آؤ۔

میں وہاں سے نکلا اور سامنے والے مکان میں جہاں قطب عالمؒ تشریف فرما تھے، حاضر ہوا۔ دست بوسی کے بعد میں آپ ہی کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ آپ نے کمال شفقت سے گھر کے احوال پوچھے، بیوی بچوں کی خیریت دریافت کی۔ دوران گفتگو آپ نے کوئی بات کہی (جو مجھے اب یاد نہیں) جس کے جواب میں میں نے بڑی عاجزی سے عرض کی، حضور آپ ہی نے اسے پورا کرنا ہے۔ میرے یہ الفاظ سن کر آپ یک لخت جلال میں آگئے اور فرمانے لگے۔ "تو یہ کیا تم مجھے خدا سمجھتے ہو۔ نکل جاؤ یہاں سے ...."

میں غم و مایوسی کی حالت میں وہاں سے اٹھا اور شیخ الاسلام (اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے منور فرمائے) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جو مجھے یوں رنجیدہ حال دیکھا تو پوچھا کیا بات ہوئی ہے۔ میں نے تمام واقعہ عرض خدمت کر دیا۔ آپ اٹھے اور کہا، میرے ساتھ آؤ۔ میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے قطب عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اس سے کیا قصور ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا قلندر علیؒ یہ مجھے خدا سمجھتا ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے عرض کی کہ حضور کیا آپ نے اسے بتایا ہے کہ خدا کون ہے۔ اگر اسے خدا کی پہچان کروا دی ہے اور یہ پھر بھی آپ کو ہی خدا سمجھتا ہے تو پھر آپ اسے ضرور باہر نکال دیں اور اسے دوسرا ٹھکانہ بھی بتا دیں جہاں یہ چلا جائے۔ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا، "اسے یہاں چھوڑ جاؤ اور تم جاؤ۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جانے کے بعد حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا، میرا حقہ اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ ہم قلعہ گوجر سنگھ سے نکل کر پیدل چلتے ہوئے اڈا کرائون بس (برانڈرتھ روڈ) پہنچ گئے۔

مجھے نہیں پتہ آپ کس خیال میں تھے، آپ نے اچانک مجھے فرمایا کہ

تم سکھلی گروں[1] کی چھری ہو جو سان[2] پر نہیں لگتی۔ عنداللہ میں آپ کو سچ کہتا ہوں، مجھے نہیں پتہ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ حضور یہ تو پھر کاریگر کی بدنامی ہو گی کہ اس سے چھری نہیں لگا۔ آپ مسکرائے اور فرمانے لگے تم بڑے بدتمیز ہو۔ اچھا ٹانگہ لاؤ اور مجھے شہر کی سیر کراؤ۔ میں نے ٹانگے والے کو بلایا۔ آپ نے اسے کہا کہ سرکلر روڈ سے ہوتا ہوا کچہری کی طرف چلو اور پھر مال روڈ سے ہو کر واپس قلعہ گوجر سنگھا اتار دو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ اگلی سیٹ پر تشریف فرما تھے اور خاموشی سے نہ جانے کیا سوچتے جاتے۔ ضلع کچہری کے قریب پہنچ کر فرمانے لگے۔

"لو بھئی نذیر میں نے تمہاری جڑیں زمین کے نیچے تہہ میں گاڑھ دی ہیں اب مجھے پڑھ کر دکھاؤ"

اس عمر میں مجھے کیا پتہ کہ کیسے پڑھتا ہے۔ بہرکیف اس دن کے بعد سے مجھے جتنے اسباق بھی ملے وہ حضرت قطب عالم میاں صاحب قدس سرہٗ العزیز نے خواب میں دیئے اور حیرانگی کی یہ بات ہے کہ اتنی شفقت فرمائی کہ اور کوئی درویش شاید ہی آپ کی طرح کسی مرید کو روحانیت میں چلا سکے۔

آپ دو یا تین ماہ بعد لاہور تشریف لاتے تو پوچھتے بھئی وہ تمہیں سبق دیا تھا؟ میں عرض کرتا جی حضور۔ پھر پڑھتے ہو؟ نہیں سرکار۔ کیوں نہیں پڑھتے؟ سرکار وہ دن بھر کام کاج میں گذر جاتا ہے رات تھکا ہوتا ہوں اس لیے سستی ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے، اچھا تو ایسے کرنا کہ سوتے ہوئے جتنی دیر پڑھ سکو پڑھ لینا اور یہ بھی نہیں کر سکتے تو چار یا پانچ دفعہ پڑھ لینا۔

۱ے سکھلی گر سکھوں کی ایک قوم ہے جو نیلی پگڑیاں باندھتی [illegible] وہ جنگلوں میں رہتی تھی اور گھریلو استعمال کی اشیاء مثلاً چولہا، روٹی پکانے والے توے اور چھریاں وغیرہ بنا کر شہر میں فروخت کرتی تھی۔

۲ے چھری تیز کرنے والا آلہ (مہمیز)

پانچویں مجلس

قدم بوسی کے لیے حاضرِ خدمت ہوا تو گفتگو اوراد و وظائف کے متعلق ہو رہی تھی۔ شیخ ممدوح نے ارشاد فرمایا کہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے میں اپنے برادرِ روحانی حکیم مودود صاحب کے پاس ان کے مطب پر، جو ٹمپل روڈ پر واقع تھا، بیٹھا تھا کہ ایک آدمی جس کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی، آیا اور حکیم صاحب سے باتیں کرنے لگا۔ دورانِ گفتگو وہ شخص کہنے لگا کہ حکیم صاحب یہ جو عبارت آپ کے پاس کتبہ پر لکھی ہے اسے پڑھنے کی مجھے اجازت دیں۔

(میں نے عرض کی حضور وہاں کیا لکھا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہاں مہرِ نبوت "لا الہ الا اللہ مالک حق المبین" لکھی ہوئی تھی)

حکیم مودود صاحب اللہ انہیں غریقِ رحمت فرمائے، کہنے لگے بھئی مجھے اس کی اجازت نہیں۔ بلکہ یہ جو میرے پیر بھائی (حضرت ممدوح) بیٹھے ہیں انہیں اس اسم کے پڑھنے کی اجازت ہے، ان سے اجازت لے لو۔ اس آدمی نے مجھ سے بھی مہرِ نبوت بصورتِ وظیفہ پڑھنے کی اجازت چاہی۔ میں نے کہا جناب آپ اسے کس غرض سے پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اپنی نجات کے لیے۔ میں نے کہا کہ نجات کے لیے آپ اسے نہ پڑھیں تو بہتر ہے کیونکہ آپ کی عمر زیادہ ہے اس لیے آپ اسے پڑھنے کی وجہ سے جلد تنگ آ جایا کریں گے۔ اسے تو نوجوان لڑکوں کو پڑھنا چاہیئے کیونکہ وہ توانا اور تندرست ہوتے ہیں۔ آپ نجات کے لیے درود شریف پڑھیں۔

درود شریف ہی کے ضمن میں فقیر نے "الفقر فخری" (مصنف شیخ الاسلام قلندر علی سہروردی قدس سرہٗ) میں درج درود شریف، جو صرف دو الفاظ پر مشتمل

ہے (یَا مُحَمَّدُ دُمِیْ الصَّلاَتِیْ) پوچھا کہ حضور کیا آپ نے یہ درود شریف بھی بطور وظیفہ پڑھا ہے۔ حضرت ممدوح نے ارشاد فرمایا گو کہ تمام اسباق خصوصاً جو "الفقر وفخری" میں درج ہیں، شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے مجھے اُن تمام کی اجازت مرحمت فرمائی ہے مگر میں نے اس درود شریف کو اِس لیے نہیں پڑھا کہ آپؒ نے اس کی روحانی برکات کے متعلق مجھے جو کچھ بتایا تھا اس کی وجہ سے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اسے پڑھوں۔ کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس درود شریف پڑھنے والے کے جسم سے خوشبو آتی ہے اور دوسرا عورتیں اس کے پاس بہت آتی ہیں، چونکہ میں عورتوں سے ملنا پسند نہیں کرتا اس لیے میں نے اسے نہیں پڑھا۔

حضرت ممدوح قدس سرہٗ نے مزید فرمایا کہ بیٹا درود شریف پڑھنے کے لیے اپنی طبیعت کو مجبوراً ادھر لائیں اور کثرت سے نمازِ عشا کے بعد پڑھیں کیونکہ ہمارے سلسلے میں درود شریف نمازِ عشا کے بعد ہی پڑھا جاتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کی تمام شکایات جو آپ کرتے ہیں ختم ہو جائیں گی کیونکہ آپ پہلے بغیر اجازت وظیفے وغیرہ پڑھتے رہے ہیں، اس لیے طبیعت کی وہ خوراک بنے ہوئے تھے۔ اب آپ تمام وظیفے چھوڑ چکے ہیں صرف درود شریف ہی کو وظیفہ بنائیں، اب جو بھی چیز آئے گی وہ حکماً آئے گی اور اس میں انشاء اللہ تکالیف بھی نہیں آئیں گی۔

اللہ تعالےٰ آپ پر اپنا کرم فرمائے، آپ نے فرمایا، جب میں نے "الفقر وفخری" کا مطالعہ کیا، تو میں حیران رہ گیا کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے کس طرح باتوں باتوں میں مجاہدات و ریاضیات کروا دیئے ہیں۔ اگر مجھے پہلے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بتا دیتے تو شاید میں بھی بھاگ جاتا۔ کیونکہ میرے ساتھ میرے چار دوست اور بھی بیعت ہوئے تھے مگر ابتدائی تکلیفات میں ہی وہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے آگے ہاتھ جوڑ کھڑے ہو گئے، کہ حضور ہم سے اتنے مشکل اسباق نہیں پڑھے جاتے۔ خود میرے ساتھ یہ ہوا کہ میرے کولہوں سے نیچے کافی موٹے موٹے آبلے نکل آئے۔ میں پیر دل پر سارا

دن بیٹھ رہتا، کوئی پاؤں کھسکے تو مرہم اُن پر لگتی۔ حیران و پریشان کیا کروں۔ مگر ہمارے شیخ کی نگاہِ کرم کی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہونے شروع ہو گئے حتیٰ کہ میں تندرست ہو گیا۔

درود شریف ہی کے متعلق آپ نے مزید کہا کہ جو بھی درود پڑھو ایک ہی پڑھو یعنی بدلو نہیں۔ کوئی درود شروع کرو تو پھر وہی پڑھتے جاؤ۔

دوسرا اس کی ایک مقررہ تعداد ضرور پڑھو، اس سے زیادہ جتنا مرضی پڑھ لو، یعنی ایک یا دو تسبیح تو لازم کر لو، مگر پڑھتے وقت چاہے دس تسبیح پڑھ لو۔

تیسرا یہ کہ جہاں درود شریف پڑھا جائے وہاں جگہ پاکیزہ ہونی چاہیے بلکہ میری طرح وہ کمرہ ہی پاکیزہ رکھیں۔

چوتھا یہ کہ جب درود شریف پڑھو اپنی پوری توجہ اسی جانب رکھو۔

رياض الحسن نوری

زُہد اور اُس کی اہمیت

(دورِ حاضر میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امابعد جدید دور میں آپ کو مسجدوں میں نمازی بھی نظر آجاتے ہیں اور گھروں میں ذکر وفکر کرنے والے بھی خال خال ڈھونڈے جا سکتے ہیں لیکن جو لوگ عنقا ہو گئے ہیں۔ وہ تہذیب مغرب کی ذہنی غلامی اور مغربی تہذیب سے مرعوب مغرب زدہ اور یورپ زدہ لوگوں کے علاوہ صوفیاء اور علماء بھی اب مغرب سے متاثر ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت ہو یا عوام زُہد اور احتساب کہیں نظر نہیں آتے۔ ہم لوگ عدل وانصاف کی باتیں بہت کرتے ہیں لیکن دن بدن عدل وانصاف سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے زُہد اور احتساب کو بالکل بھلا دیا ہے۔ حالانکہ عدل وانصاف کے لئے بنیادی احتساب، زہد اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت پر ایمان اور آخرت کی فکر ہے۔ احتساب پر تو انشاء اللہ بعد میں کبھی گفتگو ہو گی۔ اس وقت ہم زہد پر کلام کریں گے۔

زہد کے لئے ضروری ہے کہ دنیا کی اصلیت کو سمجھا جائے اور اس مذموم شے کی ہلاکت آفرینی کو دلوں میں دوام بخشا جائے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں دنیا کی مذمت میں ایک باب قائم کیا ہے۔ جس کی شرح کتاب اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین

میں خوب کی گئی ہے ۔ یہ کتاب پیش نظر ہے ۔ تمام تعریف اس ذات باری تعالےٰ کے لئے ہے ۔ جس نے اپنے اولیاء کو دنیا کی ہلاکتوں اور فساد سے مطلع کیا اور اس کے شر سے متنبہ کیا اور اس کی چھپی ہوئی آفات اور عیوب کا علم دیا ۔ اولیاء اللہ نے اس کی خوبیوں اور برائیوں کا موازنہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی برائیاں اس کی اچھائیوں سے زیادہ ہیں۔

قرآن کریم میں دنیا کی مذمت بہت سی آیات میں بیان کی گئی ہے اور انسانوں کو اس کی دعوت دی گئی ہے اور وہ دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف توجہ کریں ۔ مثلاً کچھ آیات راقم الحروف درج کرتا ہے ۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ؁ (۱)
" نہیں پیدا کئے میں نے جن اور انسان مگر یہ کہ میری عبادت کریں "۔ اب قرآن سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے اور انسانوں کو صرف یہی کام کرنا چاہیئے ۔ اب اللہ تعالےٰ نے پڑوسیوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے تو پڑوسیوں سے حسن سلوک بھی عبادت ہے ۔ حدیث سے ثابت ہے کہ راستے سے اذیّت والی چیز کا دُور کر دینا بھی ایمان میں شامل ہے ۔ پس خدمت خلق بھی عبادت ہے ۔ خود انسان کو کھانے پینے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے ۔ اس کے بغیر عبادت کرنا ممکن نہیں تو اتنا کھانا پینا اور اتنا کمانا کہ عبادت کا حق ہو سکے ، یہ بھی عبادت ٹھہرا ۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشہور دعا ہے کہ " رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا " یعنی اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما ۔ اسی طرح مشہور حکم ہے کہ " اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ " پس اس علم کے حصول کے لئے روپیہ کی ضرورت ہو تو ایسے روپیہ کو حلال ذریعہ سے کمانا بھی عبادت ٹھہرا ۔ ہر وقت عبادت بھی ممکن نہیں ۔ ذہن تھک جائے تو سیر، تفریح اور ورزش وغیرہ بھی بقدر ضرورت عبادت ہو گی ۔ ضرورت سے زیادہ اس میں وقت صرف کرنا درست نہ ہو گا بلکہ وقت کا اسراف ہو گا ۔ اسراف چاہے مال کا ہو یا وقت کا دونوں ہی مذموم ہیں ۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ؁ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؁ (یعنی جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتے ہیں تو قانون یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو ان کے عملوں کا بدلہ اس دنیا میں پورا پورا دے دیتے ہیں اور ان کے لئے

اس میں ذرا کمی نہیں کی جاتی۔ یہ لوگ وہ ہیں۔ جن کے لئے آخرت میں دوزخ کی آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا ہے۔ سب اکارت جائے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ہے۔ سب نابود ہونے والا ہے۔ (۲)

یہاں فقہاء نے مسئلہ نکالا ہے کہ جو اعمال محض دنیا کے نفع اور حصول معاوضہ کے خیال سے کئے جاتے ہیں۔ گو وہ ذکر و تلاوت پر ہی مشتمل ہوں، موجب ثواب آخرت نہ ہوں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ۝

(یعنی جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے۔ ہم اسے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے۔ اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے۔ ہم اسے دنیا میں ہی دیں گے مگر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا)۔ (۳)

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ قف

(یعنی اس دنیا کا سرمایہ بہت قلیل ہے اور جو تقویٰ اختیار کرے۔ اس کے لئے تو آخرت ہی بہتر ہے)۔ (۴)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝

(یعنی انسان کے لئے مرغوب چیزوں (مثلاً) عورتیں، بیٹے، چاندی سونے کے ڈھیر چیدہ گھوڑے (سواریاں مختلف قسم کی، کار، جہاز اور کھیتی باڑی (یا صنعت، فیکٹری) میں وابستگی و خوشنمائی رکھ دی گئی ہے لیکن یہ تو صرف دنیاوی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں بہتر ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے)۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو کہ میں تمہیں ان دنیاوی چند روزہ فائدوں سے بہتر چیز بتاؤں؟ جو لوگ متقی ہیں۔ ان کے لئے ان کے

رب کے پاس (بہشت) کے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ پاکیزہ بیویاں ان کے ساتھ ہوں گی۔ سب سے بڑھ کر اللہ تعالٰی کی خوشنودی ان کو حاصل ہو گی۔ (۵)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

یعنی: خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل اور تماشا اور ظاہری طمطراق اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ (اس زندگی کی مثال) بارش کی سی ہے کہ زمین پر برستی ہے اور اس سے پیدا ہونے والی پیداوار دیکھ کر کاشت کار خوش ہو جاتے ہیں۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ پیلی پڑ گئی۔ پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی چند روزہ بہار ہے۔ پھر زوال و اضمحلال اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں دنیا کی زندگی کے دو انجام ہیں کفار کے لئے عذاب شدید ہے۔ اور اہل ایمان کے لئے اللہ کی طرف سے مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ (۶)

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۝

یعنی (یہ بھی سُن لو) کہ اس قیامت کے دن (دنیا) کی نعمتوں کے بارے میں تم سے ضرور باز پُرس ہو گی کہ کہاں تک تم نے نعمتوں کا شکر ادا کیا۔ (۷)

(۸) امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ دنیا کی مذمت میں قرآنی آیات بہت زیادہ ہیں بلکہ قرآن کا اکثر حصّہ دنیا کی برائی پر مشتمل ہے وَ اکثر القرآن مشتمل علی ذم الدنیا قرآن میں لوگوں کو دنیا سے مُنہ موڑ کر آخرت کی دعوت دی گئی ہے بلکہ انبیاء کی بعثت کا مقصود یہی ہے اور اس کے سوائے ان کی بعثت کا دوسرا کوئی مقصد نہیں (۹) مقصود الانبیاء علیھم السلام ولم یبعثوا الالذلک پس قرآنی

آیات سے اس سلسلے میں استشہاد کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلے میں کچھ اخبار بیان کرتے ہیں

روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ مردار بکری اس کے مالکوں کے نزدیک کتنی ذلیل ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ اس کے ذلیل مردار ہونے کی وجہ ہی سے تو اسے یہاں پھینک دیا ہے۔ اس پر جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے، جتنی کہ یہ بکری اس کے گھر والوں کے نزدیک ہے۔ (۱۰) اگر اس دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی، تو کافر کو اس دنیا سے ایک گھونٹ پانی کا بھی نہیں ملتا۔ عراقی کہتے ہیں کہ اسے ابن ماجہ، حاکم نے روائیت کیا اور سہل بن سعد کی روائیت کردہ حدیث کے اسناد صحیح ہیں۔ ترمذی نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔ مزید ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو مسور بن مخرمہ کے طریق پر بھی روائیت کیا ہے لیکن اس روائیت میں آخر کا ٹکڑا نہیں ہے۔ مسلم نے بھی اس قسم کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے روائیت کی ہے زبیدی فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں حدیث کو ابی یحییٰ زکریا بن منظور حدثنا ابو حازم عن سھل بن سعد بہ کے طریق پر روائیت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یوں ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ ذی حلیفہ کے پاس ہمیں اچانک ایک لاغر مردار بکری نظر آئی، جس کی ایک ٹانگ اٹھی ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ یہ بکری اس کے مالکوں کے نزدیک کتنی ذلیل ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی ذلیل ہے۔ اگر دنیا اللہ تعالےٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی درجہ رکھتی تو ابد تک بھی کافر کو اس میں سے ایک قطرہ نہ ملتا۔

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی بھی ایک حدیث ہے۔ جس کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے۔ (۱۱) اس میں اوّلین راوی مستور ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر یعنی دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ (ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو آخرت میں مومن کے لئے تیار کی گئی ہیں) اور کافر کے لئے جنت ہے (اس آگ کے عذاب کی نسبت سے جو کافروں کو ملنے والا ہے)

بعض کہتے ہیں کہ مومن کا دنیا کے لئے قید خانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے بہت سی خواہشات حرام کر دی گئی ہیں اور اسے ان سے روک دیا گیا ہے کہ گویا وہ قید میں ہے اور کافر کا معاملہ اس کا الٹ ہے، تو گویا وہ جنت میں ہے۔ اس پر پابندی نہیں۔ بعض عارفین کہتے ہیں کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے کیونکہ وہ حقیقت کو سمجھتا ہے اور اپنے نفس پر اس دنیا میں تنگی کرتا ہے اور وہ اس دنیا سے چھٹکارا حاصل کر کے آخرت کی طلب کرتا ہے اور سعادت ابدی حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے اور جو شخص اس کا احساس نہیں کرتا کہ یہ دنیا ایک جیل خانہ ہے تو ایسا شخص اپنے نفس کو اس دنیا میں آرام سے رکھتا ہے اور دنیاوی زندگی کی بقا کا طلب گار ہوتا ہے اور دنیا کے حصول میں اپنی جان کھپاتا رہتا ہے۔ حضرت عامر بن عطیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہٗ کو کھانے کے لئے زبردستی کہا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات میرے لئے کافی ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کو سب سے زیادہ لمبے عرصہ تک وہ لوگ بھوکے رہیں گے، جو دنیا میں اکثر پیٹ بھر کر کھاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمان دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ عبداللہ بن مبارک قدس سرہٗ نے کتاب الزھد میں روایت کیا ہے کہ "مثل المومن حین تخرج نفسُہٖ کمثل رجل کان فی سجن فخرج منہ فجعل ینقلبُ فی الارض ینفسح فیھا" یعنی مومن کی مثال ایسی ہے کہ جب اس کی جان نکلتی ہے تو اس شخص کی مانند ہوتی ہے جو کہ قید خانہ میں تھا۔ پھر جب وہاں سے چھوٹتا ہے تو وہ زمین میں ادھر ادھر گھومنے لگتا ہے اور مٹر گشت کرنے لگتا ہے۔

اس روایت کو حضرت حسن بصری ؒ نے مُرسلاً بیان کیا ہے۔ جس کی تخریج عسکری نے کتاب الامثال میں سعید بن سلیمان ؒ عن ابن المبارک ؒ کے طریق پر کی ہے۔ حضرت حسن بصری ؒ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ پس مومن توشہ اور زادِ راہ تیار کرتا رہتا ہے اور کافر اس مدّت میں دنیاوی فائدے اٹھانے میں لگا رہتا ہے (فالمومن یتزود و الکافر یتمتع) خدا کی قسم مومن اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ غمگین ہوتا ہے اور وہ غمگین کیوں نہ ہو، جب کہ خدا کی طرف سے پیغام آچکا ہے کہ وہ دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا لیکن یہ بات

نہیں آتی کہ وہ اس سے بچ بھی جائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: الدنیا ملعونۃ ملعون فیھا الا ما کان للہ فیھا۔ یعنی یہ دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ بھی ہے ملعون ہے سوائے اس چیز کے جو اللہ کے واسطے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیا اپنی چمک دمک اور تازگی سے لوگوں کے دلوں کو دھوکہ دیتی ہے اور پھر جاتی ہے اور پھر دل عبادت الٰہی کی طرف سے ہٹ کر خواہشات نفسانی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہدایت کے راستے کے خلاف چلنے لگتے ہیں اور ملعون ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لعنت سے مطلب ترک ہو۔ یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے۔ وہ متروکہ چیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا وہ ہے۔ جس کو انبیاء اور اصفیاء ترک کئے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ کفار کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے (لھم الدنیا ولنا الآخرۃ)۔ سوائے اس چیز کے، جو دنیا میں اللہ کے لئے ہو۔

حضرت عراقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اسے ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے۔ ابن ماجہؒ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ الا ذکر اللہ وما والاہ وعالم ومتعلم یعنی دنیا کی ہر چیز متروک یا ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے یا وہ جو اللہ کے لئے مخلص ہو یا عالم یا طالب علم۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا سے محبت کی، اس کی آخرت کو نقصان پہنچتا ہے زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت کی وجہ سے انسان کا قلب اپنے رب کی محبت کے لئے فارغ نہیں ہو پاتا اور اس کی زبان اللہ کے ذکر کے لئے فارغ نہیں ہو پاتی۔ پس ظاہر ہے کہ آخرت کے معاملہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ مزید حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جو آخرت سے محبت کرتا ہے۔ اس کی دنیا کو بہر حال (کم یا زیادہ) نقصان پہنچتا ہے۔ زبیدیؒ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کی محبت کی وجہ سے کسب معاش میں تعطل یعنی رکاوٹ پڑتی ہے اور کسب میں کمی کی وجہ سے بہر حال دنیا کو تھوڑا یا زیادہ نقصان تو پہنچتا ہے اور ایسا ہونا ضروری ہے۔ عراقیؒ کہتے ہیں کہ امام احمدؒ، بزارؒ، طبرانیؒ، ابن حبانؒ، حاکمؒ نے اس قول کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

سے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ شیخین یعنی بخاری و مسلم کی شرائط صحت کے مطابق ہے۔ عراقیؒ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ روایت مطلب بن عبداللہ اور ابوموسیٰ اشعریؒ کے درمیان منقطع ہے۔ یعنی درمیان کا راوی غائب ہے۔ زبیدیؒ کہتے ہیں کہ ذہبیؒ نے بھی یہی کہا ہے اور اسی طرح سے قضاعیؒ نے مسند شہاب میں روائت کیا ہے اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روائیت کیا ہے۔ منذریؒ نے کہا ہے کہ مسند احمد کے رواۃ ثقہ ہیں۔

رسالت مآب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ یعنی ہر غلطی کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت کی وجہ سے انسان پہلے شبہ کی باتوں میں ملوث ہوتا ہے۔ پھر مکروہ باتوں میں اور آخر کار ان باتوں میں بھی ملوث ہو جاتا ہے جو واضح طور پر شرع میں حرام ہیں۔ پھر بڑھتے بڑھتے کفر کی باتوں میں بھی ملوث ہو جاتا ہے بلکہ آج تک جتنی بھی امتیں پیغمبروں کی گزری ہیں۔ ان میں سے جنہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کی مخالفت کی اور کفر کیا، تو جس چیز نے ان کو پیغمبروں کی مخالفت پر مائل کیا۔ اس کی وجہ دنیا ہی تو تھی اس حدیث کو اسی طرح سے دیلمی نے فردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روائیت کیا ہے اور اس کی سند کو تقویت پہنچتی ہے۔ دیلمی کے بیٹے نے اسے مسند میں درج نہیں کیا عراقیؒ کہتے ہیں کہ ابن ابی الدنیا نے اسے ذم الدنیا میں روائیت کیا ہے اور بیہقیؒ نے شعب الایمان اپنے طریق سے حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً (۱۳) روائیت کیا ہے۔ زبیدیؒ کہتے ہیں کہ بیہقیؒ نے اس حدیث کو ان الفاظ میں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کی سوائے مراسیل حسن کے اور کسی جگہ اصل نہیں ملتی (۱۴)

مشہور محدث اور نقاد حدیث ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ ہر روائیت میں جس میں حضرت حسن بصریؒ یہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا تو میں نے تلاش سے دیکھا ہے کہ حدیث اصل ضرور ثابت ہو جاتی ہے سوائے چار احادیث کے۔ یہ قول بقاعیؒ نے "کتاب الزھد" میں بیان کیا ہے۔ ابونعیمؒ نے "حلیۃ الاولیاء" میں امام ثوریؒ کے حالات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے بطور بیان کیا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب "مکائد الشیطان" میں اسے حضرت مالک بن دینارؒ کے اقوال میں بیان کیا ہے۔ ابن یونس

نے تاریخ مصر میں سعد بن مسعود التجیبی کے حالات میں سعد کے قول کے طور پر بیان کیا ہے
مشہور صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ آپ نے پانی مانگا تو لوگوں نے شہد کا شربت پیش کیا۔ جب وہ شربت آپ کے قریب آیا تو آپ رونے لگے۔ حتیٰ کہ آپ کے ساتھی بھی رونے لگے۔ پھر آپ چپ ہوئے۔ اس کے بعد پھر رونے لگے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے جان لیا کہ ایسی حالت میں ہم ان سے کوئی بات نہ پوچھ سکیں گے۔ اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور آنسو پونچھ لیے۔ اس کے بعد لوگوں نے سوال کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ کس وجہ سے روئے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کسی چیز کو اپنے پاس سے ہٹا رہے ہیں لیکن کوئی مجھے نظر نہ آیا میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کس چیز کو اپنے پاس سے ہٹا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دنیا مثالی صورت میں میرے سامنے آئی، تو میں نے اسے کہا کہ مجھ سے الگ رہ۔ پس وہ چلی گئی اور پھر واپس آکر کہنے لگی کہ اگر آپ مجھ سے بچ بھی گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد آنے والے لوگ مجھ سے نہیں بچ پائیں گے۔ زبیدیؒ کہتے ہیں کہ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ لکھا ہے کہ دنیا کی تمثیل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بچ گئے تو بعد والے نہ بچ سکیں گے۔ اس کو یاد کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہد کا شربت دیکھ کر مجھے خوف پیدا ہوا کہ کہیں دنیا نے تو مجھے قابو میں نہیں کر لیا کہ شہد کا شربت مجھے پیش کیا جا رہا ہے۔ اسی خیال سے مجھے رونا آگیا یہ الفاظ حاکمؒ اور بیہقیؒ کی روایت کے ہیں اور جو الفاظ مصنف یعنی امام غزالیؒ نے نقل کئے ہیں۔ وہ ابن ابی الدنیا کی کتاب "ذم الدنیا" کے ہیں۔ اسی کی متابعت "قوت القلوب" کے مصنف نے کی ہے۔ جہاں سے امام غزالیؒ نے یہ روایت اخذ کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی کتاب الزھد والرقائق " ایک بہت عمدہ کتاب ہے اس میں بھی ایک روایت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سے متعلق ہے۔ جس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی تائید ہوتی ہے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۳ پر وہ یوں روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس طعام لایا گیا۔ وہ روزے سے تھے۔

آپ فرمانے لگے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ اپنی چادر میں کفنائے گئے جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تو پیر کھُل جاتے اور پیر ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ وہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ ان کا بھی یہی حال تھا۔ پھر دنیا ہمارے لئے کشادہ کر دی گئی۔ جیسی کہ کی گئی۔ پھر ہمیں دنیا دی گئی، جیسی کہ دی گئی۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہمیں اپنی نیکیوں کا بدلہ جلدی سے تو اس دنیا میں نہیں مل گیا۔ اس کے بعد وہ رونے لگے۔ حتیٰ کہ کھانا چھوڑ دیا۔ حبیب الرحمٰن اعظمی "حاشیہ" میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کو حضرت امام بخاریؒ نے دوسرے طریق پر محمد بن مقاتل عن ابن المبارک سے روائیت کیا ہے۔ مزید دوسرے مقامات پر بھی اس کی تخریج کی ہے۔ (۱۵)

اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کا پتہ چلتا ہے۔

انہی اخبار کے ضمن میں اب ہم چند حکایات بیان کرتے ہیں۔ جس سے دنیا سے بے رغبتی کے انعامات ہمارے سامنے مزید واضح ہو جائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کا مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اسلامی مملکت کے ہر فرد کے دل پر ان کی حکمرانی تھی۔ ایک بار رقہ آئے تو پورا شہر ان کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑا۔ اس موقع پر ہارون رشید کے محل سے اس کی بیوی بھی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ پوچھنے لگی کہ یہ ہجوم کیسا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ خراسان کے عالم عبد اللہ بن مبارکؒ آئے ہوئے ہیں۔ اس نے بے ساختہ کہا کہ خلیفۂ وقت تو یہ ہیں، نہ کہ ہارون رشید کہ اس کے گرد پولیس اور فوج کے بغیر کوئی جمع نہیں ہوتا۔

ان کے والد ایک شخص کے غلام تھے اور اپنے آقا کے باغ کی رکھوالی کرتے تھے ایک دن مالک باغ نے ان سے کھٹا انار مانگا۔ یہ ایک میٹھا انار توڑ لائے۔ اس پر مالک بولا کہ تم کو کھٹے اور میٹھے درخت کا بھی علم نہیں۔ آپ بولے کہ نہیں کیونکہ آپ نے مجھے انار کھانے کی اجازت تو نہیں دے رکھی ہے۔ مالک نے جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ واقعی انہوں نے آج تک باغ کی رکھوالی کے دوران کبھی کوئی انار چکھا تک نہیں۔ یہ دیکھ کر مالک کے دل میں ان کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ مالک کی ایک بیٹی تھی۔ اس کے بہت سے رشتے آ رہے تھے لیکن وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ ایک دن اس نے حضرت مبارکؒ سے پوچھا کہ تمہاری ان رشتوں کے بارے میں کیا رائے ہے۔ وہ بولے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ حسب و

نسب کو دیکھ کر رشتے کرتے تھے۔ یہودی مال کی بنیاد پر رشتہ کرتے ہیں۔ عیسائی حسن وجمال کو مقدم رکھتے ہیں۔ یہ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دین اور تقویٰ کے معیار پر پرکھتی ہے۔ اب آپ کی مرضی، جس چیز کو چاہیں، ترجیح دیں۔ آقا ان کی عقلمندی اور جواب سے بہت خوش ہوا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ میرے نزدیک تو مبارکؒ سے بہتر ہمیں کوئی دوسرا نہیں مل سکتا۔ نیک بیوی نے بھی تائید کی اور یوں رشتہ ہوگیا اور عبداللہ بن مبارکؒ پیدا ہوئے۔ (۱۶)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ پہلی امتوں میں ایک عابد تھا۔ سب پر فائق تھا۔ اس وقت کے پیغمبر کے سامنے اس کا ذکر ہوا، تو انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص بہت خوب ہے بشرطیکہ ایک سنت کو نہ چھوڑتا۔ یہ خبر جب عابد تک پہنچی، تو وہ رنجیدہ ہوئے اور پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ میں کس سنت کا تارک ہوں۔ پیغمبر نے فرمایا کہ تو نکاح کی سنت کا تارک ہے۔ عابد نے عرض کیا کہ میں مفلس ہوں اور میرا خرچ لوگ اٹھاتے ہیں۔ اس وجہ سے کوئی مجھے لڑکی نہیں دیتا۔ پیغمبر نے فرمایا کہ میں لڑکی دیتا ہوں۔ چنانچہ اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کردیا۔ (۱۷) یعنی دنیا کو ٹھکرانے والے کی ضروریات کے اسباب اللہ تعالےٰ خود باہم پہنچاتا ہے۔

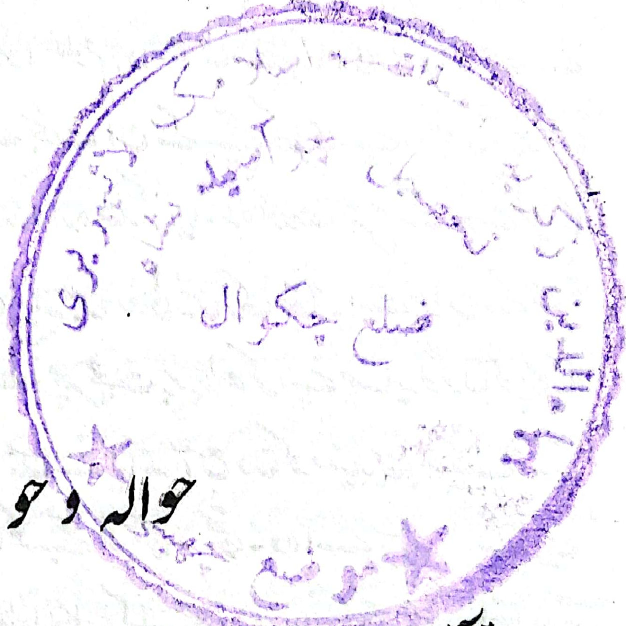
امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی وداعہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن المسیبؒ کے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا۔ چند روز نہیں گیا۔ پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا۔ کہاں تھے۔ میں نے کہا کہ میری بیوی مرگئی تھی۔ اس لئے حاضری سے قاصر رہا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ہم کو اطلاع نہ کی۔ ہم بھی آتے۔ بعد میں جب میں نے اٹھنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ اب کوئی اور بیوی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسے کی اوقات ہے۔ مجھے کون بیٹی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ دیں گے۔ فرمایا کہ ہاں اور خطبہ پڑھ کر تھوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردیا۔ میں وہاں سے اٹھا تو خوشی کے مارے پھول رہا تھا اور سوچتا تھا کہ کس سے قرض لوں۔ کیا کروں۔ اتنے میں مغرب کا وقت ہوا۔ میں نماز پڑھ کر گھر آیا اور چراغ جلایا، روزہ افطار کرکے روٹی اور تیل کھانے بیٹھا۔ اتنے میں دروازے سے دستک آئی۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ کہا سعید۔ میں نے بہت سوچا کہ کون سے سعید ہیں۔ خیال نہ آیا کہ حضرت

سعید بن المسیب بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے چالیس برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ جب میں دروازے پر آیا تو دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں۔ مجھ کو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپ کو ہوئی ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ بلوا لیا۔ فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ تم نے نکاح کیا تھا۔ مجھے تمہارا اکیلے سونا بُرا معلوم ہوا۔ اس لئے تمہاری بیوی کو پہنچانے آیا ہوں۔ میں نے جو دیکھا تو واقعی وہ نیک بخت ان کے پیچھے کھڑی ہے۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ عورت شرم کے مارے گر پڑی۔ میں نے دروازہ کو خوب بند کر دیا۔ پھر جس پیالہ میں روٹی تیل رکھا تھا۔ اسے چراغ کے سامنے سے نہ ہٹایا کہ عورت کی نظر اس پر نہ پڑے۔ پھر چھت پر چڑھ کر اپنے ہمسایہ لوگوں کو پکارا۔ سب جمع ہو گئے۔ پوچھا کہ کیا حال ہے۔ میں نے کہا کہ آج دن کو سعید بن المسیبؒ نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دی تھی۔ اب رات کو مجھے خبر بھی نہ تھی۔ وہ اسے پہنچا گئے ہیں لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ سعید نے تمہارا نکاح کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ لڑکی گھر میں ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں، تو سب لوگ اس کے پاس گئے اور میری والدہ کو جو خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر تین دن تک تو نے اسے چھیڑا تو کبھی منہ نہ دیکھوں گی۔ تین دن میں ہم اسے ٹھیک کر لیں گے۔ تب مضائقہ نہیں۔ تین دن میں علیحدہ رہا۔ پھر جو میں نے دیکھا تو نہایت خوبصورت، کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم اور حقوق شوہر سے واقف پایا۔ ایک مہینہ تک نہ سعید بن المسیبؒ میرے پاس آئے۔ اور نہ میں ان کے پاس گیا۔ ایک ماہ بعد میں گیا تو آپ حلقہ میں تھے۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر کچھ نہ کہا۔ جب سب لوگ اُٹھ گئے۔ اس وقت پوچھا کہ اس آدمی کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا حال ہے۔ دوست خوش ہوں اور دشمن جلیں۔ کہا کہ اگر کوئی بات خلافِ مرضی پاؤ تو لاٹھی سے خبر لینا۔ میں گھر کو چلا آیا۔ انہوں نے بیس ہزار درہم میرے پاس بھیج دیئے اور یہ وہی لڑکی تھی، جس سے عبدالمالک بن مروان اپنے بیٹے سے اپنے عہد خلافت میں نکاح کے خواہشمند تھے مگر سعید بن المسیبؒ نے انکار کر دیا تھا۔ عبدالمالک نے ایک حیلہ قائم کر کے ان کے سو کوڑے مارے تھے اور جاڑے کے موسم میں ایک گھڑا ٹھنڈے پانی کا ان پر ڈالا تھا اور کمبل کا کرتہ پہنایا تھا۔ پس ان کا اسی رات

رخصت کر دینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہے۔[۱۰] جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مذکورہ بالا واقعات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ بنو امیہ بلکہ بنو عباس کے شروع دور تک لوگوں کے نزدیک حکومت اور دولت سے زیادہ زُہد اور پرہیزگاری کی وقعت تھی اور حکومت و دولت ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

(جاری ہے)



حوالہ و حواشی

۱۔ القرآن ۔ ۵۱ : ۵۶

۲۔ القرآن ۔ ۱۲ : ۱۱

۳۔ القرآن ۔ ۴۲ : ۲۰

۴۔ القرآن ۔ ۴ : ۷۷

۵۔ القرآن ۔ ۳ : ۱۴ ۔ ۱۵

۶۔ القرآن ۔ ۵۷ : ۲۰

۷۔ القرآن ۔ ۱۰۲ : ۸

۸۔ الزبیدی : اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین : ۸ : ۷۹

۹۔ ایضاً

۱۰۔ بزار نے اس حدیث کو حضرت ابن عباسؓ (۳۶۹۱) حضرت انسؓ (۳۶۹۲) سے بھی روائیت کیا ہے۔ الزوائد میں اس کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اسی سے ملتی جلتی حدیث بزار نے حضرت ابو درداءؓ سے روائیت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مختلف طریقوں سے روائیت کی گئی ہے۔ جن میں ابو درداءؓ کی سند سب سے عمدہ ہے۔ یہ صحیح سند ہے شامیوں کی (۳۶۹۰)

حدثنا محمد بن عامر، ثنا الربيع حدثنی محمد بن مهاجر عن یونس بن حبلس عن ابی ادریس عن ابی درداء قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدمنۃ قوم فیہا سخلۃ میتۃ ۔ آلاخر (الہیثمی : کشف الاستار ۲۶۸:۴)

اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ۔ فلا الفینہا اُھلکت احداً منکم یعنی کوئی دنیا سے محبت نہ کرے کہ کہیں دنیا کی محبت اسے ہلاک نہ کر ڈالے ۔

۱۱۔ کتاب الزہد صفحہ ۱۷۷ ۔ از عبد اللہ بن مبارک و مسند احمد : ۲ : ۲۲۳، ۳۸۹، ۴۸۵

۱۲۔ مسند احمد : ۲ : ۱۹۷

۱۳۔ مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں ۔ جس کو تابعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روائیت کرے لیکن صحابی کا نام نہ لے ۔ ایسی حدیث میں شبہ رہتا ہے کہ تابعی نے اسے صحابی سے سنا ہے یا کسی اور تابعی سے سنا ہے اور تابعی قابل اعتبار بھی تھا یا نہیں ۔

۱۴۔ ابو زہرہ نے امام ابو حنیفہ کی سوانح میں باقاعدہ باب باندھا ہے ۔ "حجۃ حدیث المرسل عند ابی حنیفہ" مرسل احادیث کے متعلق مختلف مذاہب کا ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ حنفی مذہب یہ ہے کہ مرسل حدیث قبول کی جائے گی ۔ نہ صرف تابعی کی بلکہ متبع تابعی کی مرسل حدیث بھی قبول کی جائے گی ۔

(ابو زہرہ : ابو حنیفہ : ۳۳۹) پھر ابو زہرہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو حنیفہؒ اپنے شیخ کے شیخ کی مرسل حدیث یعنی حضرت ابراہیم نخعی قدس سرہ کی مرسل روائیت قبول کرتے ہیں ۔ اسی طرح حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل حدیث بھی قبول کرتے تھے ۔ جب کہ ان سے آگے روائیت کرنے والے ثقہ ہوں ۔ (صفحہ : ۳۴۱ بحوالہ بالا)

۱۵۔ کتاب الزہد والرقائق ۔ از حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ صفحہ ۱۸۳ حدیث نمبر ۵۲۱ ۔

۱۶۔ العماد الحنبلی : شذرات الذہب فی اخبار من ذہب : ۱ : ۲۹۶ ۔

۱۷۔ امام غزالی : احیاء العلوم : کتاب النکاح : فصل اوّل ۔

۱۸۔ ایضاً ۔

جہانے را دگرگوں کرد

یک مردِ خود آگاہے

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ــــ حیات و خدمات

سید عبدالرحمٰن بخاری

ہمہ گیر زوال سیرت

فرد ناہموار و ملت بے نظام

خوب ہے تجھ کو شعار صاحب یثرب کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں

یہ عنوان، سابقہ تصریحات و عنوانات کا جامع اور محیط ہے۔ اس لئے پچھلے عنوانات کے تحت شیخ کے عصر و ماحول اور آپ کی اصلاحی کاوشوں کا جو جائزہ لیا گیا ہے۔ وہ ذہن میں رکھتے ہوئے اس عنوان کے تحت چند اجمالی، جامع ارشادات پر اکتفا کیا جائے گا۔

اسباب و آثار

عہد خلافت کے بعد اسلام اور مسلمانوں میں ایک بنیادی تبدیلی یہ آگئی کہ خلافت راشدہ کا سیاسی نظام عہد سلاطین میں تبدیل ہوگیا اور سلاطین، علماء اور صوفیاء میں تقسیم کار وجود میں آگئی۔ حاکم خود مختار اور مطلق العنان بن کر آمریت کا شکار ہو گئے۔ علمائے حقہ نے ایسے سلاطین کو پابند شریعت بنانے کی کوشش کی اور امراء نے اسے کسی حد تک قبول تو کیا مگر اس سے ایک نقصان یہ ہوا کہ امراء اور سلاطین مصلحتوں کے ساتھ سازگاری کرنے لگے اور علماء کا شیوہ بھی ایسا ہی شاہ پرستانہ ہو گیا تو زوال سیرت شروع ہو گیا، جو عہد شیخ میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔

جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات کا اثر عوام و سلاطین پر کم ہونے لگا، تو معاشرہ میں متعصبانہ طبقاتی نظام وجود پذیر ہوا، عربی، عجمی اونچ نیچ ابھر آئی اور زوال سیرت شروع ہوگیا۔

عقیدہ، علم اور عمل میں باہمی سازگاری ختم ہوگئی اور سیاسی اختلال نے عقلی بے یقینی کی فضا کو جنم دیا۔ کیونکہ آزادی پسند اور مقتدر طبقہ محکوم اور تقوی شکن طبقہ مقتدر و حاکم بن بیٹھا۔ اس سیاسی اختلال نے رعایا اور حکمران طبقہ کا باہمی اعتماد مضمحل کردیا تو زوال سیرت در آیا۔

ادھر فقہا نے حرفیت پرستی کو اپنا لیا اور عوام کے اندر احکام شرع کی بجا آوری میں اخلاص عنقا ہوگیا اور لفظ قانون کی پیروی پر اکتفا کرلیا تو سیرت زوال کا شکار ہوگئی۔[۱]

اس ہمہ گیر زوال سیرت کے اثرات انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے (سماجی، اقتصادی سیاسی اور مذہبی) کے اندر پھیلتے چلے گئے۔ دین کی گرفت ذہن و کردار پر ڈھیلی پڑتی چلی گئی جس کے نتیجے میں وہ تمام اخلاقی اقدار دم توڑتی گئیں، جو اس کا لازمی ثمرہ ہیں۔ چنانچہ دولت کی فراوانی

۱۔ ایسے میں مذہبی واردات کی احتیاج پورے مسلم معاشرے کو تھی اور یہی وہ لوازمات ثلاثہ ہیں۔ جن کی مفصل وضاحت کے لئے ابتدائی صفحات میں دین و تصوف اور مذہبی واردات کے حوالے سے ابحاث کا جائزہ لینا اور آپس میں ربط دینا ہوگا۔

گناہ کی لذت، عیش و عشرت کی رنگینی نے اعمال صالح کو شکست دے دی اور اقوام کے ہر طبقے پر اخلاقی انحطاط کا رنگ چھا گیا اور اس کی شدت سے احتیاج محسوس ہوئی کہ امت کو زوال سیرت سے نکالا جائے۔

شیخ اور تعمیر سیرت

پچھلے صفحات میں بیان ہوچکا کہ جب سیرت پر زوال آجائے تو اس کا ایک علاج ہی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ معاشرے کے اندر مذہبی واردات، یا تصوف کو فروغ دیا جائے اور عام کیا جائے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ شیخ نے اس کا بھرپور احساس کرتے ہوئے ایک منظم خانقاہی نظام، سلسلہ قادریہ کی تدوین و تربیت کی اور عملی تربیت کے ذریعہ روحانی واردات کی تحصیل ہر فرد کے لئے ممکن بنا دی۔ فسق و عصیاں کی پھیلتی لہروں کا علاج آپ نے تقوی، تزکیہ اور خوف خدا کی تعلیم و تلقین سے کیا۔ نفاق اور حب دنیا کی تحقیر و تذلیل، ایمانی شعور کے احیاء، عقیدہ آخرت کی تذکیر، ذنب کی

بے ثباتی کے مقابلے میں حیات جاودانی کی اہمیت، تہذیب اخلاق، توحید خالص اور اخلاق کامل کی دعوت پر سارا زور صرف کر دیا۔ بغداد کی بیشتر آبادی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور پارسائی کی زندگی اختیار کی۔ آپ نے خود ایک بار فرمایا کہ ایک لاکھ سے زائد فاسق و فاجر میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں چنانچہ آپ کی کوششوں سے وہی بغداد جو کچھ عرصہ پہلے گناہ کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھپا ہوا تھا، مینارہ ہدایت بن گیا اور مخلوق خدا نے ان ربانی احکام پر عمل شروع کر دیا، جو بھول گئے تھے۔ اس طرح دین میں از سر نو جان پڑ گئی اور وہ زندہ ہو گیا اور یوں آپ "محی الدین" کہلائے ۔۔۔ یہ تھا وہ ہمہ گیر ملی، روحانی انقلاب، جو آپ نے اسلامی معاشرے میں برپا کیا۔ رضی اللہ عنہ۔

اب تک ہم نے یہ دیکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ نے امت مسلمہ کے داخلی حالات کی کس طرح اصلاح فرمائی اور کیونکر مسلمانوں کو ان لوازمات ثلاثہ کے حصول، یعنی کائنات کی روحانی تعبیر فرد کے روحانی استخلاص اور عالمگیر ابدی (اسلامی) اصولوں کی عملی تطبیق اور تکمیل پر آمادہ و تیار کیا اور پھر عملاً ایک روحانی انقلاب برپا کر دیا۔ یہ تھا مسلمان معاشرے اندر دین کا احیاء اور تجدید۔

اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ یہ جائزہ لیں گے کہ آپ نے غیر اسلامی دنیا کے اندر دین اسلام (بالفاظ دیگر وہی لوازمات ثلاثہ، جن کا منبع فقط دین اسلام ہے) کی تبلیغ و اشاعت اور فروغ و احیاء کا فریضہ کیونکر انجام دیا اور اس کے لئے ہم نے "احیائے دین" کا عنوان تجویز کیا ہے۔

احیائے دین

شیخ کے کارہائے نمایاں احیائے دین کا ہم انتہائی اختصار کے ساتھ دو مرکزی عنوانات کے تحت جائزہ لیں گے۔ ۱۔ عالم امثال میں (احیائے دین) ۲۔ عالم حقیقت میں (احیائے دین)

عالم مثال میں

عالم مثال کی باتیں بھی بڑی دل چسپ ہوتی ہیں۔ مجردات شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ موت مینڈھے کی صورت بن جاتی ہے۔ دولت غلاظت کے ڈھیر کی شکل میں سامنے آجاتی ہے۔ دنیا مکروہ صفت بڑھی نظر آتی ہے۔ ملکوتی قوتیں مادی صورتوں میں دکھائی دیتی ہیں۔ محبوب سبحانی ایک بے آباد سنسان مقام سے گزر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب آپ اخلاص و وفا اور طلب و صدق کی لاتعداد مثالیں دے کر حریم قدس کے محرم اور لامکاں کی وسعتوں کے شہباز بن چکے تھے۔

اور خصوصی نور بصیرت حاصل ہونے کی وجہ سے غیر محسوس حقائق و معانی کو محسوس صورت میں دیکھ سکتے تھے کہ ایک ضعیف و نزار، ناتواں اور خستہ حال بوڑھا مریض دیکھا۔ شیخ کو پکار کر اس نے کہا۔ اے میرے سردار! اپنے دم میسحانفس سے مجھ پر پھونک تاکہ میری حالت درست ہو جائے۔ آپ نے اس پر دم کیا۔ دم کرتے ہی وہ پھول کی مانند تر و تازہ ہو گیا اور اس کی لاغری کافور ہو گئی اور جسم میں فربہی اور توانائی آ گئی۔

اس کے بعد وہ بیمار آپ کو مخاطب ہوا اور بولا۔ اے عبد القادر! مجھ کو پہچانتے ہو۔ میں تیرے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہوں۔ ضعف کی وجہ سے میرا یہ حال ہو گیا تھا۔ اب مجھے اللہ تعالےٰ نے تیرے ہاتھ سے زندہ کیا ہے۔ تو "محی الدین" ہے۔ مجدد اعظم اور مصلح اکبر ہے۔ یہ واقعہ آپ خود بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں جامع مسجد بغداد میں گیا۔ دوگانہ ادا کر کے سلام پھیرا ہی تھا کہ خلقت میرے گرد جمع ہو گئی اور محی الدین، محی الدین پکارنے لگی۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور غوثیت مآب نے دین اسلام کی وہ محیر العقول خدمات انجام دی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر آج ساری دنیا محو حیرت ہے۔ آپ کی تجدید دین، ارشاد و تربیت، اشاعت اسلام، احیائے دین اور تعلیم و تلقین وغیرہ زبردست کارناموں سے یہ بات آفتاب نصف و نہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا یہ کشف بالکل صحیح اور مکاشفۂ الٰہیہ ہے۔

عالمِ حقیقت میں

غوث اعظمؒ کی نور بصیرت سے بہرہ ور، حقیقت شناس آنکھوں نے دین کو جس مثالی صورت میں دیکھا۔ دنیا کی عملی صورت اس کا بھیانک نمونہ تھی۔ چنانچہ جذبات میں ڈوبی تقریر کا ایک اقتباس پیچھے "سیاسی اضمحلال" کے باب میں دیا جا چکا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"اسلام رو رہا ہے۔ اس کی بنیادیں گری جا رہی ہیں"۔[1]

اس سے عیاں ہے کہ شیخ اسلام کی اس کس مپرسی کو دیکھ کر کڑھتے تھے اور اس انحطاط کو دیکھ کر ان کے سینے میں حمیت اسلامی اور غیرت دینی کا جوش اٹھتا تھا۔ وہ اپنے اس قلبی احساس اور درد کو بعض اوقات چھپا نہیں سکتے تھے اور یہ دریا ان کے خطبات و مواعظ میں امنڈ آتا تھا۔ آپ کی تبلیغی زندگی کا بڑی تفصیل سے مطالعہ ضروری ہے کیونکہ دینی خدمات کا اہم حصہ اہم ترین ہے۔ اس لئے بھی کہ اسلام میں اشخاص و رجال کی عظمت و مقبولیت کا راز انہی دینی و تبلیغی اور اجتماعی خدمات میں مضمر ہوتا ہے

ایک مبلغ و داعی کی حیثیت سے گویا قدرت نے اس مبارک زندگی کو خاص اسی کام کے لیے پیدا کیا تھا کیونکہ اس زندگی کے گوشوں میں وہ تمام صلاحیتیں اور خصوصیتیں بدرجۂ اتم جمع کر دی گئی تھیں جو ایک کامل داعیٔ دین کے لئے ضروری ہوتی ہیں اور حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ بھی یہی ہے کہ آپ نے احیائے دین اور اشاعت اسلام کے لئے بے مثال جدوجہد فرمائی۔ مجلس وعظ ہو یا خانقاہ کی خلوت، مدرسہ کے اوقات درس و تدریس ہوں یا مسند افتاء، ہر جگہ حضرت کی جدوجہد احیائے دین کے محور کے گرد گھومتی تھی۔

احیائے اسلام کے سلسلہ میں آپ کی ان کاوشوں کا جائزہ ہم دو پہلوؤں سے لیں گے۔

۱۔ مقامی طور پر تبلیغ اسلام،   ۲۔ بیرونی دنیا میں اشاعت دین۔

مقامی تبلیغ:۔ مقامی طور پر بغداد کے اندر آپ کی تبلیغی اور اصلاحی کاوشوں کی ایک

۱۔ ملاحظہ ہو۔ فیوض یزدانی ص ۵۰۷ (مجموعہ مواعظ شیخ)

جھلک گذشتہ صفحات میں "ملی انقلاب" کے عنوان سے دکھائی جا چکی ہے۔ یہاں ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آپ نے تجدید ملت اور احیائے دین کے لئے "تبلیغ اسلام" کا نظام کن بنیادوں پر استوار کیا اور اس سلسلہ میں کیسا طریق کار اپنایا تاکہ آپ کی ان تجدیدی کاوشوں کے گہرے اثرات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ لیکن اس سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ شیخ کے ان تبلیغی و انقلابی کا اصل محرک اور منبع کیا تھا؟ اس کے لئے ہمیں اسلام میں تبلیغ کی اہمیت کے بارے میں چند گزارشات عرض کرنا ہوں گی۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ شیخ کا نظام تبلیغ و تجدید کن بنیادوں پر استوار تھا۔

اسلام میں تبلیغ کا مقام و نظام

انسانی سعادت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ صلاح اور اصلاح یعنی خود صالح بننا اور پھر دوسروں کو صالح بنانا۔ اسلام صلاح اور اصلاح کی دعوت و تربیت پر مبنی ایک پیغام الٰہی ہے اور اس پیغام کی حامل امت مسلمہ ہے۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ امت مسلمہ اپنے نبی کی تبعیت میں امم عالم کی طرف مبعوث ہے۔ اس امت کی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ وہ امم عالم کی خدمت کرے۔ ارشاد ہے:۔

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"

(القرآن)

پھر اسلام چونکہ قیامت تک کے لئے آخری اصول اور گراں مایہ دولت ہے۔ اس لئے ختم نبوت کے بعد پیغمبرانہ اصلاح کا بوجھ امت بیضہ کے ایک ایک فرد کے کاندھے پر ڈال دیا گیا ہے گویا یہ خود ہی نیکی نہیں کرے گی بلکہ بھٹکی ہوئی دنیا کو نہایت، دل سوزی اور اخلاص کے ساتھ راہ راست پر لانے کے لئے اپنی قیمتی جان اور سرمایہ بھی کھپائے گی۔

حق نے کر ڈالی ہیں دھری خدمتیں تیرے سپرد

خود تڑپنا ہی نہیں، اوروں کو تڑپانا بھی ہے۔

اسلام نے "تبلیغ و دعوت" کے اصول، نظام، اور ایک واضح طریق کار بھی مہیا کیا ہے جو ہر دائمی دین کو اپنانا ضروری ہے، کہ حصول فوز و فلاح اور کامرانی کا یہی ایک راستہ ہے۔

اسلامی نظام دعوت و تبلیغ کے چند بنیادی اصول حسب ذیل ہیں:۔

اصول دعوت اسلام

مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے تبلیغ کے تین بنیادی اصول مستنبط ہوتے ہیں۔

"ادع الی سبیل ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن" یعنی لوگوں تک اسلام تین طریقوں سے پہنچانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ۱:۔ عقل و حکمت ۲:۔ موعظہ حسنہ ۳:۔ احسن طریقے سے بحث۔

ان ربانی ہدایات کی روشنی میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اصول مقرر فرمائے ہیں۔ وہ مختصراً یہ ہیں:۔

۱:۔ دعوت و تبلیغ کے کام پر کسی سے کوئی اجر و مزدوری نہ لینا۔ "ما اسئلکم علیہ من اجر"

۲:۔ دعوت و تبلیغ کا محرک بندگان خدا پر رحمت و شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ ہو۔" لعلک باخع نفسک علی اثارھم"

۳:۔ قول لین۔ یعنی نرم و شفقانہ گفتگو۔ " قولا لہ لینا بر تقوآن"۔

۴:۔ تیسر و تبشر۔ آسانی پیدا کرنا اور نوید آمیز بات چیت۔ " یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا" (حدیث)

۵ ۔ تالیف قلب :۔ لطف و محبت کے ذریعہ شریفانہ جذبات سے ممنون کرنا تاکہ دلوں سے عناد اور ضد دور ہو جائے ۔

۶ ۔ عقلی طریق دعوت :۔ یعنی غور و فکر کی دعوت دینا اور فہم و تدبر کا مطالبہ کرنا ۔ احکام کی حکمت و مصلحت ظاہر کرنا ۔

۷ ۔ جبر و اکراہ سے اجتناب :۔ نہ اسلام میں مذہب کا اولین جزوِ ایمان ہے ۔ ایمان یقین کا نام ہے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی بزور پیدا نہیں کر سکتی ۔

۸ ۔ دعوت کی حکیمانہ ترتیب :۔ تبلیغ میں الاھم فالاھم کی ترتیب مدنظر رہے ۔

۹ ۔ طلب و احساس کا ابھارنا ۔ صرف اہل طلب ہی کی اصلاح تک محدود رہنے کی بجائے لوگوں میں طلب و احساس اجاگر کرنا ضروری ہے ۔ یہی انبیائی تعلیم و تبلیغ کا اولین عنصر ہے ۔

۱۰ ۔ اصول تفیر ۔ یعنی مقام تبلیغ کے ساتھ ساتھ دور دراز کا سفر کر کے دعوت کا کام انجام دینا ۔ تلک عشرۃ کاملۃ ۔

الغرض حکیمانہ دعوت و تبلیغ جسدِ اسلام کی ریڑھ کی ہڈی ہے ۔ اس پر اسلام کی بنیاد، قوت وسعت اور کامیابی کا انحصار ہے اور شیخ کے زمانے میں اس کی سب سے بڑی ضرورت تھی ۔

شیخ کا طریق تبلیغ

شیخ نے اسلام کی انہی تعلیمات اور اسوۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تبلیغ کا سہ نکاتی یا سہ گونہ نظام قائم کیا ۔ بالفاظ دیگر آپ کے طریق تبلیغ کے تین پہلو اور زاویے تھے ۔ ۱ ۔ نظریاتی تبلیغ ۲ ۔ عملی تبلیغ ۳ ۔ روحانی تبلیغ

نظریاتی تبلیغ

تعلیم و تدریس ، افتاء ، اور وعظ و ارشاد کے ذریعے مسلموں اور غیر مسلموں کو معیاری دین کی طرف بلاتے ۔ شیخ کے خطبات پہاڑی کے وعظ کی طرح اثر آفرینی کے اعتبار سے ایک عجیب خصوصیت رکھتے ہیں ۔ ان میں زور بیان کے ساتھ حقائق و معارف کی دلگدازابدیت پورے حسن و جمال کے ساتھ موجود ہے ۔ نائبین انبیاء اور عارفین کاملین کی طرح یہ مضامین بھی ہر وقت کے مناسب اور سامعین و مخاطبین کے حالات و ضروریات کے مطابق ہوا کرتے ہیں ۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دلآویزی و حلاوت بھی اور صدیقین کے کلام

کی یہی شان ہے۔ آپ کی تبلیغی کامیابیوں کا راز اور آپ کے ارشادات میں جو تاثیر تھی۔ اس کا تعلق تھا سوزِ جگر سے اور محویت مقصد ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ سوزِ جگر ہے۔ جس کے بارے میں اقبالؒ کہتے ہیں۔ ؎

خونِ رگ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
مے خانۂ حافظ ہو کہ بت خانۂ بہزاد

آپ کے خطبات کا ایک ایک حرف دل سے نکلتا اور دل کی انتہا گہرائیوں میں اترتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک متعصب، مستشرق پروفیسر مارگولیتھ کو بھی آپ کے وعظ و خطبات کے پرتاثیر ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔[۱] چنانچہ اس سلسلۂ تبلیغ کے اثرات عظیم اصلاحی تحریکوں سے بڑھ کر ہوئے۔ ہر مجلس

۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ انگریزی۔ جلد ا، ص ۴۱

میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہونے والوں کا تانتا بندھ جاتا۔ چالیس برس میں لاکھوں نفوس آپ سے براہِ راست مستفید ہوئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"مجلس آں حضرتؒ ہرگز از جماعت یہود و نصاریٰ و امثال ایشاں کہ بر دست او بیعت اسلام آوردندے و از طوائف عصاۃ و از قطاع طریق و ارباب بدعت و فساد در مذہب و اعتقاد کہ تائب می شدند، خالی نبودے"[۲]

آپ کے ایک ممتاز شاگرد عبداللہ جبائیؒ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زائد لوگ، جو فسق و فجور میں مبتلا تھے، نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور ہزارہا (بروایت دیگر ۵۰۰ سے زائد) یہودی و نصرانی دولت اسلام سے سرفراز ہوئے۔

عملی تبلیغ

آپ کا دوسرا طریق تبلیغ عملی اور تربیتی طریق تھا۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن سے بخوبی آپ کی کاوشوں کا اندازہ ہو جائے گا۔

۱۔ شیخ کی پوری زندگی، بچپن میں شیر مادر نہ پینے کو شعوری کرامت سے لے کر، عہد طالب علمی سے ہوتی ہوئی، عہد تجدید و تبلیغ کو سموتی ہوئی موت تک ایک مکمل تحریک، ایک پیغام اور ایک عملی نمونہ ہے۔ آپ نے اپنے عمل اور اخلاق کے ذریعے لوگوں کی زندگیوں پر براہ راست اثر ڈالا۔[۲]

۲۔ آپ نے نظام خانقاہی کے ذریعہ عوام کی تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس و تصفیۂ اخلاق کا کام انجام دیا اور عالمگیر پیمانے پر سلوک قادری کی تدوین اور سلسلۂ قادریہ کی تنظیم فرمائی۔

۳۔ مبلغین اور داعیوں کی پوری جماعتیں تربیت و تیاری کے بعد دور دراز بھیجیں کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حروف و نقوش کی بہ نسبت زندہ نفوس کے ذریعہ اصلاح و فروغ دین کا طریق انبیائی طریق دعوت ہے اور سب سے مؤثر اور فعال طریق بھی یہی ہے۔

روحانی تبلیغ

آپ نے اپنے روحانی تصرفات، کرامات کی قوت اور فیضان نظر کے ذریعہ بھی اسلام کے

۱۔ عبد الحق محدث دہلوی۔ اخبار الاخیار ص ۱۳ ۲۔ ملاحظہ ہو عنوان سابقہ "سیرت و کردار"۔

فروغ و اشاعت کا کام لیا (اس سلسلہ میں "حیات طیبہ" کے عنوان تلے، ایک ہلکی سی جھلک دکھائی گئی ہے) چنانچہ سلسلۂ قادریہ کے اکابر، خلفاء نیز اقطاب و ابدال کو مختلف مقامات پر متعین فرمائے آپ کے عہد اور آپ کے بعد میں جس قدر صوفیاء اور آپ کے روحانی فیض یافتگان مثلاً ابن عربی شہاب الدین سہروردی، خواجہ غریب نواز اجمیری اور دیگر تمام بزرگوں خاص کر حضرت مجدد الف ثانی کی تبلیغی کاوشوں کا اصل کریڈٹ بھی آپ کو جاتا ہے کیونکہ ان سب کے منبع فیض آپ ہی ہیں۔ جیساکہ آپ کے "مقام و منصب" کے بیان میں اس کی صراحت ہوچکی، نیز اس سلسلہ میں سیاسی احوال کی اصلاح کے ضمن میں عنوان "روحانی تصرفات" کے تحت جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ بھی آپ کی روحانی تبلیغ کے زمرہ میں آتا ہے۔

بیرونی دنیا میں اشاعت اسلام

آپ نے روحانی قوت سے کام لے کر تبلیغ و اشاعت کا ایک وسیع نظام قائم کردیا۔ دنیائے اسلام کے بیشتر صوبوں اور ملکوں میں تبلیغی شاخیں قائم کرکے ان کی نگرانی صاحبزادہ عبد الجبار کے سپرد کردی۔ اپنے تربیت یافتہ خلفاء اور مریدین کو دور دراز جاکر اشاعت اسلام کا حکم دیا۔ آپ ان مبلغین کو رخصت کرتے وقت فرماتے۔ "ہمارا فرض یہ ہے کہ علم دین اسلام کی روشنی ان تاریک علاقوں تک پہنچائیں۔ جہاں کے لوگ اسلام کی برکت سے

محروم ہیں اور اسلام کے روحانی ورثے کو چھوڑ چکے ہیں۔ ان کی خرابی اور بدنصیبی کو دور کرنے، اور ان کی اصلاح کا میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے۔ میں آپ لوگوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ ان پہاڑی باشندوں کو اسلام کی عظمت اور سچائی سے آگاہ کریں۔ ان کے دلوں میں نصرانیت کے عقیدے سے ذرا بھی لگاؤ ملے تو اسے دور کریں"۔

بیرونی دنیا میں تبلیغ دین کا کام آپ نے بنفس نفیس جا کر بھی انجام دیا اور مبلغین بھیج کر بھی۔ ہم یہاں اس کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کریں گے۔

بنفس نفیس تبلیغ

۱۔ اہل مراکش کے تذکروں میں آتا ہے کہ آپ مراکش بھی تشریف لائے اور وہاں سے آپ نے افریقہ کے بہت سے ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مشن بھجوائے۔

۲۔ الجزائر کے ساحلی پہاڑوں میں بسنے والے تمام مذاہب پرست آپ ہی کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے تھے۔

۳۔ طرابلس الغرب کے قدیم رومن شہنشاہوں کے بچے کھچے خانوادے آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۴۔ جنوب اور مشرقی مصر میں پرانے فراعنہ مصر کے خاندانوں کے بادیہ نشین قبائل کو آپ نے بنفس نفیس جا کر مسلمان کیا۔ کرد جیسی جنگجو قوم آپ ہی کی کرامت سے مسلمان ہوئی۔

۵۔ بحر الہند کے جزائر سراندیپ اور مالدیپ میں بھی اسلام آپ ہی نے پھیلایا۔ ان علاقوں میں جگہ جگہ بلند مقامات پر اب تک آپ کے قیام کرنے کی جگہیں چلہ گاہ کی صورت میں باقی ہیں اور یہاں کے لوگ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔

۶۔ انڈونیشیا کے جزیرہ سماٹرا میں بھی آپ کے تشریف لے جانے کی روایات ملتی ہیں۔

۷۔ افغانستان اور اس کے قرب و جوار میں آپ کی تعلیم سے ایک زبردست انقلاب آیا اور بے شمار بدھ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

تبلیغی مشن

آپ ضرورت کے مطابق مختلف علاقوں میں اپنے شاگردوں اور خلفاء کو مبلغین کی حیثیت سے متعین فرماتے۔ آپ کے فیض یافتہ مبلغین دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور اپنی

تبلیغ و ہدایت سے لاکھوں بندگانِ خدا کو گمراہی کے گرداب بلا سے نکالا۔ ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ ہو۔

۱۔ وسطی ایشیا کی حدود چین تک پھیلی ہوئی بیشتر قومیں آپ کے عظیم روحانی انقلاب سے اسلام میں داخل ہوئیں۔

۲۔ مشرقی یورپ میں البانیہ اور دیگر علاقے آپ کے مشن کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔

۳۔ حد تو یہ کہ افریقہ کے ریگستانوں تک میں قادریہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں اور اس طرح افریقہ کے لاکھوں انسان سلسلۂ قادریہ کے روحانی دائرے میں داخل ہوگئے اور انہوں نے اس تحریک کی بدولت ہدایت پائی۔

۴۔ الجزائر کے پہاڑی علاقوں میں آپ نے تبلیغی مشن بھجوائے۔ جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اشاعت دین کا کام کیا۔

۵۔ مغربی افریقہ میں آپ کے خلفاء نے سوڈان سے نائیجیریا تک اسلام پھیلایا۔ دوسرے سلسلے کا روحانی دائرہ سینیگال، گمبیا، پرتگالی کینیا اور فری ٹاؤن کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔

۶۔ مشرقی سوڈان میں قادریہ سلسلہ کی ابتداء دسویں صدی ہجری میں حضرت تاج الدینؒ نے کی تھی۔ اس سلسلہ کی روحانی تعلیم کا کام مشرقی افریقہ کے ساحلی ممالک، وسطی افریقہ اور جنوبی افریقہ میں بھی ہوتا رہا۔

۷۔ انڈونیشیا کے جزائر میں آپ نے بے شمار مبلغین اور تبلیغی مشن بھیجے۔ مغربی سماٹرا کے شہر پاڈانگ میں جو مشہور ولی حضرت برہان الدینؒ کا مزار ہے۔ آپ ہی کے مامورین میں سے تھے جنہوں نے عہد قدیم میں پہنچ کر علاقہ کے بدھ بادشاہ کو مسلمان کر کے سماٹرا میں لاکھوں انسانوں کو کلمۂ توحید پڑھایا تھا۔

۸۔ جزیرہ جاوا میں 'سمبیلان سلونان' (نو اولیاء اللہ) کے مزارات ہیں۔ یہ سب غوث پاکؒ ہی کے سلسلۂ قادریہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر ہندو، بدھ، راجا اپنی رعایا سمیت مسلمان ہوئے تھے۔

۹۔ مغربی جاوا کے شہر چربون میں حضرت شریف ہدایت اللہؒ کا مزار ہے۔ مشہور ہے کہ آپ سیدنا غوث اعظمؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے جاوا کے علاوہ اور دوسرے بہت سے جزیروں میں بھی اسلام پھیلایا تھا۔

۱۰۔ اسی طرح غوث اعظمؒ نے اپنے بعض فرزند اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے اطراف سندھ اور نواح بلوچستان میں بھجوائے۔ اگرچہ ان علاقوں میں اسلام آچکا تھا مگر کثرت سے اسلام پھیلانا آپ کی روحانی مساعی سے آپ کے فرزندوں کا کارنامہ ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانیؒ کا مزار موجودہ شہر حیدرآباد سندھ کے شاہی قلعہ کے بالکل مقابل میں اب تک مرجعِ خلائق ہے۔[1]

۱۔ ان معلومات کیلئے میں نے روزنامہ نوائے وقت ۸، فروری ۱۹۸۲ء میں شائع شدہ علامہ نور احمد قادری کے ایک مضمون اور بعض دیگر مصادر و مراجع پر انحصار کیا ہے۔

۱۱۔ آپ نے اپنے گیارہ فرزندوں میں سے صرف ایک شاہ عبدالرزاق کو اپنے پاس رکھا اور باقی دس کو علم و فضل اور روحانیت میں کامل کر کے دنیا کے مختلف ممالک میں اشاعت دین پر مامور کر دیا۔

۱۲۔ شیخ نے اپنے فیضان سے تبلیغ اسلام کے لئے بڑے بڑے اولیاء اللہ تیار کیے۔ چنانچہ خواجہ اجمیریؒ، شیخ سہروردی وغیرہم نے آگے چل کر تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دیئے، جو سب آپ ہی کا فیضان ہے۔

الغرض آپ کی تبلیغ نے اسلامی تاریخ میں اشاعت دین کا ایک شاندار باب کھولا ہے۔ جس کے اثرات صرف بغداد یا عراق تک محدود نہ رہے بلکہ عالمگیر حیثیت اختیار کر گئے۔ آپ کو اسی لئے غوث اعظمؒ کہا جاتا ہے کہ دور صحابہ سے متاخر زمانوں میں ائمہ اسلامیات کے بعد آپ کی اسلامی خدمات سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں ظاہر ہوئے جب سیاسی اضمحلال کے باعث علمی، فکری اور معاشرتی و دینی طور پر مسلمانوں میں باطل کے اثرات رچ رہے تھے۔ آپ نے ان حالات میں اشاعت دین کا عزم دل میں پیدا کیا۔ اس کے لئے تیاری کی اور پھر ساری زندگی اس محبوب مقصد میں صرف کر دی۔ آپ 'محی الدین' کہلاتے ہیں اور دین جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا، ایمان اور اسلام (عقیدہ و عمل) دونوں کا مجموعہ ہے۔ گویا دین وہ جامع نظام ہے جو انسان کے عقائد و اعمال، ظاہر و باطن، صورت و معنی اور روحانیت و جسمانیت پر مشتمل ہے۔ ایسے نظام کا احیاء نبی مرسل یا اس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگرچہ رسالت مآب نے ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کے ظہور کی نشاندہی فرمائی ہے مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔ مجددین کی فہرست میں بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے لیکن 'محی الدین' کا لقب صرف آپ کے ساتھ خاص ہے کہ احیائے دین کا اہم ترین فریضہ آپ ہی

کی ذات گرامی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آپ کا وجود مسعود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبۂ انجذاب ہے۔ جس طرح نظام شمسی کا متحرک ستارہ اپنے کعبۂ شمس کا طواف کرتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی اس مرکز انسانیت اور کعبۂ ہدایت کے طواف میں محو ہیں اور آپ ہی کی ذات گرامی سے روحانی فیضان حاصل کرتے ہیں کہ حضرت مجدد کی تصریح کے مطابق انسانیت کے لئے منبع افاضات آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ رضی اللہ عنہ"۔ ؎

آنکہ خاکش مرجع صد آرزوست
اضطراب موج تو از خون اوست (اقبالؒ)

SOHARWARD

ADVISORY COUNCIL

Hakim Mosa Amratsari

S. Mohammad Mateen Hashmi

S. Arif Naushahi

Riyadh -ul- Hassan Noori

Saif Zulqurnain

EDITOR

S. Awais Ali Soharwardy

ASSISTANT EDITOR

Saeed Ahmad

MANAGING EDITOR

Kh. Mohammad Mushtaq

LEGAL ADVISOR

Ghulam Mohi-ud-Din

The Editorial Board & Advisory Council
are Honourary

Published by:

SOHARWARDYIA FOUNDATION

115 McLeod Road, Lahore - 6

✆ 222784, 223138

"SOHARWARD" 155 McLeod Road, Lahore © 222784

"سہروردیہ فاؤنڈیشن" سلسلۂ سہروردیہ کی علمی اور ادبی کاوشات پر تحقیقات کے لئے عالمِ وجود میں آئی ہے اور سلسلۂ سہروردیہ کے ٹھوس علمی کارناموں کی شایانِ شان نشر و اشاعت کے لئے منظم طریقے سے کام کرنے کا عزم رکھتی ہے۔

ہم خیال احباب مندرجہ ذیل امور میں فاؤنڈیشن سے تعاون کر سکتے ہیں۔

✿ — کم از کم دس ضخیم جلدوں میں سلسلۂ سہروردیہ کی مکمل تاریخِ احوال و آثار کو جمع کرنے کا منصوبہ ———— اس سلسلۂ کتب کا کوئی مناسب اور باوقار نام آپ کے ذہن میں آئے تو ہمیں ارسال کیجئے۔ کسی سہروردی بزرگ کے حالاتِ زندگی۔ آثار۔ نایاب تصاویر۔ یادداشتیں یا کلام آپ کے پاس ہوں تو ہم مجوزہ تاریخِ سلسلۂ سہروردیہ میں انہیں شکریہ کے ساتھ شائع کریں گے۔ کسی سہروردی بزرگ کی تحریر کا ترجمہ ——— اُردو انگریزی یا کسی بھی زبان میں آپ نے کر رکھا ہو یا اس سلسلے میں کوئی تحقیقی مضمون آپ نے تخلیق کیا ہو۔ تو سہروردیہ فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام اسے زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کے لئے ہماری خدمات حاضر ہیں۔

✿ — قدیم مخطوطاتِ سہروردیہ ———— کے زیرِ عنوان سہروردیہ سلسلے کے بزرگانِ علم و ادب کی قدیم قلمی کاوشات۔ مخطوطات اور نقوش کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ آپ کے پاس اگر کوئی مخطوطہ یا قدیم نقش موجود ہو تو ہمیں ارسال فرمائیں۔ آپ کا نایاب تحفہ اشاعت تک بطورِ امانت ہماری لائبریری میں رہے گا اور اشاعتی ضروریات مکمل ہونے پر شکریہ کے ساتھ۔ بحفاظت واپس کر دیا جائے گا۔

✿ — دنیا کی کسی بھی زبان میں لکھی ہوئی اگر کوئی ایسی کتاب آپ کی نگاہ سے گزری ہو جس میں سلسلۂ سہروردیہ کو موضوع بنایا گیا ہو تو ہمیں اس کی تفصیل سے آگاہ فرمائیے۔ تاکہ اسے حاصل کر کے اس کا اردو ترجمہ طبع کروایا جا سکے۔

✿ — فاؤنڈیشن کے ترجمان جریدے "سہرورد" کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس کی ضخامت میں اضافہ کر کے اسے بہت جلد ایک باقاعدہ ماہنامے کی صورت دے دی جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ کا قلمی تعاون فاؤنڈیشن کے لئے باعثِ افتخار ہو گا۔

آپ کا تعاون۔ مشاورت۔ تجاویز امداد اور عطیات فاؤنڈیشن کے عظیم منصوبوں کو پایۂ تکمیل پہنچانے کے ضامن ہوں گے۔
آیئے! اس نیک کام میں فاؤنڈیشن کے شانہ بہ شانہ کام کیجئے۔
آپ کی راہنمائی انشاء اللہ کلیدِ کامیابی ثابت ہو گی۔

مخلص:
سید اویس علی سہروردی
سکریٹری جنرل

یکے از مطبوعات
سہروردیہ فاؤنڈیشن